شِفاءُ القلوب

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مُجاز بیعت

محی السُّنّہ حضرت مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ





خانقاہ اِمدادیہ اشرفیہ

گلشنِ اقبال • گلستانِ جوہر کراچی پاکستان

شفاء القلوب

از افادات

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ المشائخ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات

شیخ المشایخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمّد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشایخ محی السنّہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمّد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں

محمّد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نام کتاب : شفاء القلوب

نام صاحب ملفوظات : حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ اشاعت: ۱۴۳۲ھ

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، 92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

شفاء القلوب.. ۶
مناقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۷
اعمال میں نیت کی اہمیت.. ۲۱
شفاء دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے ۲۵
ہر پریشانی میں پہلے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنی چاہیے ۲۷
دوا اللہ کے حکم سے شفاء دیتی ہے ۲۸
مسواک کے فوائد.. ۲۹
غصہ کے مفاسد اور اس کا علاج ۳۲
صحبت اہل اللہ کی تاثیر ۳۴
غیبت کے مفاسد اور اس کا علاج....................................... ۳۴
صبر کا انعام ۳۶
شوہر کے سامنے زبان درازی سے سخت اجتناب کرنا چاہیے ۳۷
تواضع کا انعام اور تکبر کا وبال ۴۴
مناقب حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ۴۶
قیامت کے دن آسان حساب کی دعا................................... ۵۲
نفس کو مٹانے سے اصلاح آسان ہوجاتی ہے.............................. ۵۷
عفو و درگذر کرنے کا ثمرہ ۵۸
طہارت ایمان کا جزو ہے.. ۵۹
اسلام میں نظافت کی اہمیت ۶۱
سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا چاہیے........................ ۶۴
اسلام میں خواتین کا مقام.. ۶۸
کسی مسلمان کی نماز جنازہ بے وضو پڑھنا جائز نہیں........................ ۷۱
جنت جانے کا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ ۷۳
تقویٰ پر قائم رہنے کا آسان طریقہ ۷۴
جنت میں جانے والے پانچ جانور ۷۵

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا انعام ۷۶
حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ اصلاح ۷۹
معمر کے لیے قرآن پاک حفظ کرنے کا آسان طریقہ ۸۱
تعلیم قرآن کا ایک انوکھا انداز ۸۱
تعلیم قرآن میں شانِ رحمت غالب ہونی چاہئے ۸۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم ۸۴
صحبت اہل اللہ حصول تقوی کا ذریعہ ہے ۸۵
صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ رفعت ۸۶
اہل اللہ کا وجود قیامت تک رہے گا ۸۸
مناقب حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ ۸۹
اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل ۹۲
اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اس کا ثمرہ ۹۷
اولیاء اللہ کا رعب ۹۹
اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت ۱۰۰
مومن کی ہر سانس جواہر کی لڑی ہے ۱۰۱
غفلت دور کرنے والی حکایت ۱۰۳
صحابہ کرام کا نماز میں خشوع و خضوع ۱۰۵
نجات کا مدار مسائل پر ہے فضائل پر نہیں ۱۰۷
چند اہم دعائیں ۱۱۴
جان ومال کی حفاظت کے لیے انتہائی مجرب دعا ۱۱۶
ایصال ثواب کی دعا ۱۱۹
حادثات سے بچنے کا عمل ۱۲۰
جامع مسجد الابرار نوکوٹ ، تھرپارکر میں اجتماع (منعقدہ فروری ۲۰۱۱ء) کے موقع پر ۱۲۲
حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا بیان ۱۲۲

شفاء القلوب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى أَمَّا بَعْدُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔[1]

بخاری شریف جو أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ ہے یعنی قرآن کریم کے بعد سب سے مہتم بالشان کتاب بخاری شریف ہے، اس کی پہلی حدیث کا ٹکڑا میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھا ہے۔ امیر المؤمنین فی الحدیث یعنی امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب کی ابتداء ان کی روایت سے کر رہے ہیں جو أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْمَا بَيْنَ الْأَصْحَابِ ہیں یعنی حضرت عمر رضي اللہ عنہ کیونکہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ

هُوَ أَوَّلُ مَنْ سُمِّيَ بِأَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْمَا بَيْنَ الْأَصْحَابِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ[2]

---

[1] أخرجه البخاري فی صحیحه برقم (١) فی باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم، عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: إنما الأعمال بالنیات، وإنما لکل امرئ ما نوی، فمن کانت هجرته إلی دنیا یصیبها، أو إلی امرأة ینکحها فهجرته إلی ما هاجر إلیه۔

وأخرجه برقم (٥٤) فی باب ما جاء أن الأعمال بالنیة والحسبة، ولکل امرئ ما نوی، وبرقم (٢٥٢٩) فی باب الخطأ والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه، ولا عتاقة إلا لوجه الله، وبرقم (٢٨٩٨) فی باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم وأصحابه إلی المدینة، وبرقم (٥٠٧٠) فی باب من هاجر، أو عمل خیراً لتزویج امرأة فله ما نوی، وبرقم (٦٦٨٩) فی باب النیة فی الأیمان، وبرقم (٦٩٥٣) فی باب فی ترك الحیل، وأن لکل امرئ ما نوی فی الأیمان وغیرها، وذکره البخاري فی صحیحه فی الموضعین تعلیقاً: فی باب الطلاق فی الإغلاق والکره والسکران والمجنون وأمرهما والغلط والنسیان فی الطلاق والشرك وغیره، وفی کتاب الإکراه، وأخرجه مسلم فی صحیحه برقم (٥٠٣٦) فی باب قوله -صلی الله علیه وسلم- : إنما الأعمال بالنیة، وأنه یدخل فیه الغزو وغیره من الأعمال، وأبو داود فی سننه برقم (٢٢٠٣) فی باب فیما٢٠٠عنی به الطلاق والنیات، والترمذی فی سننه برقم،= فی باب ما جاء فیمن یقاتل ریاء وللدنیا، والنسائی فی سننه برقم (٧٥) فی باب النیة فی الوضوء، وبرقم (٣٤٣٧) فی باب الکلام إذا قصد به فیما یحتمل معناه، وبرقم (٣٧٩٤) فی باب النیة فی الیمین، وابن ماجه فی سننه برقم (٤٢٢٧) فی باب النیة۔ وأخرجه غیرهم فی کتبهم من الصحاح والمسانید والمعاجم والأجزاء۔

[2] کما قال الملا علی القاری فی بدء کتابه ''مرقاة المفاتیح'': عن عمر بن الخطاب: وهو الناطق بالصواب، المسمی بالفاروق علی ما دل علیه الکتاب، وأول من سمی بأمیر المؤمنین فیما بین

یہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کا خطاب دیا گیا۔ اب اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضي الله عنه امیر المؤمنین تھے ان کو یہ خطاب کیوں نہیں ملا؟ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل فنافي الرسول کر دیا تھا ان پر ایک خاص کیفیت اور ایسا غلبہ حال طاری رہتا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز بھی نہیں پڑھا سکتے تھے فوراً گریہ طاری ہو جاتا تھا اور رونے لگتے تھے، ان پر ایک عجیب کیفیت طاری رہتی تھی۔

مناقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضي الله عنه کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ ارشاد فرمایا، کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ میں سے ایسا جملہ کسی کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا:

لَوْ كَانَ نَبِی بَعْدِی لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ[3]

کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ کیا شان تھی ان کی !

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وَالَّذِی نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكاً فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ[4]

الأصحاب، رضی الله عنه۔

[3] أخرجه الترمذی فی سننه برقم (٣٦٨٦) فی باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه، قال: حدثنا سلمة بن شبيب، حدثنا المقرئ، عن حيوة بن شريح، عن بكر بن عمرو، عن مشرح بن هاعان، عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كان بعدی نبی لكان عمر بن الخطاب۔ وقال: هذا حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث مشرح بن هاعان۔

وأخرجه أبو القاسم البغوی فی معجم الصحابة برقم (١٧٦٥)، والحاكم فی المستدرك برقم (٤٤٩٥) وصححه، ووافقه الذهبی فی تلخيصه، والطبرانی فی معجمه الكبير برقم (١٤٢٣٩)، وابن عساكر فی معجم شيوخه برقم (١١٦٨)

[4] أخرجه البخاری فی صحيحه برقم (٣٢٩٤) فی باب صفة إبليس وجنوده، قال: حدثنا علی بن عبد الله، حدثنا يعقوب بن إبراهيم، حدثنا أبی، عن صالح، عن ابن شهاب، قال: أخبرنی عبد الحميد بن عبد

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عمر جس راستے سے گذرے گا شیطان وہ راستہ چھوڑ دے گا، اس راستے سے راہِ فرار اختیار کرے گا۔

حضرت عمر رضي اللہ عنہ کا بچپن میں کیا مشغلہ تھا؟ وہ اونٹ چرایا کرتے تھے، اس زمانے میں اونٹ چرانا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا جیسے آج کل لوگوں کے پاس مرسڈیز اور کرولا بڑی بڑی کاریں ہوتی ہیں اس زمانے میں لوگوں کے پاس اعلیٰ نسل کے اونٹ ہوا کرتے تھے جس کے پاس جتنے زیادہ اونٹ ہوتے تھے وہ اتنا ہی امیر اور سردار اور بڑا آدمی کہلاتا تھا۔ تو حضرت عمر رضي اللہ عنہ جس میدان میں اونٹ چراتے تھے اس کا نام وجنان تھا جو قدیل سے دس میل پر واقع تھا مکہ مکرمہ کے قریب، جب آپ مدینے سے مکہ کے قریب جائیں تو وادی قدیل ابھی بھی موجود ہے۔

پھر جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو وہ میدان جو جبل عرفات کے دامن میں واقع تھا جہاں عرب کے بڑے بڑے مشاعیر جمع ہو کر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے اور وہیں سے شہرت حاصل کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت حسان بن ثابت رضي اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اشعار کی ابتداء وہیں سے کی اور وہیں سے شہرت حاصل کی تو وہاں پورے عرب کے بڑے بڑے قبائل، بڑے بڑے سردار اور بڑے بڑے پہلوان جمع ہوتے تھے اور اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے، تلوار چلانے کا مظاہرہ، نیزہ بازی کا مظاہرہ اور گھڑ سواری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

الرحمن بن زيد: أن محمد بن سعد بن أبي وقاص أخبره: أن أباه سعد بن أبي وقاص قال: استأذن عمر على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعنده نساء قريش يكلمنه ويستكثرنه عالية أصواتهن، فلما استأذن عمر قمن يبتدرن الحجاب، فأذن له رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه وسلم يضحك، فقال عمر: أضحك الله سنك، يا رسول الله! قال: عجبت من هؤلاء اللاتى كن عندى، فلما سمعن صوتك ابتدرن الحجاب، قال عمر: فأنت يا رسول الله كنت أحق أن يهبن، ثم قال: أى عدوات أنفسهن أتهبننى، ولا تهبن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قلن: نعم! أنت أفظ وأغلظ من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذى نفسى بيده ما لقيك الشيطان قط سالكاً فجًّا إلا سلك فجًّا غير فجك۔

وأخرجه أيضاً برقم (٣٦٨٣) فى باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشى العدوى رضى الله عنه، وبرقم (٦٠٨٥) فى باب التبسم والضحك، ومسلم فى صحيحه برقم (٦٣٥٥) فى باب من فضائل عمر رضى الله عنه، وأحمد فى مسنده برقم (١٤٧٦، ١٥٨١، ١٦٢٣)، وابن حبان فى صحيحه برقم (٦٨٩٣) والنسائى فى سننه الكبرى برقم (٩٩٦٤)، وأبو يعلى فى مسنده برقم (٨١٠)، والبغوى فى شرح السنة برقم (٣٨٧٤)، والشاشى فى مسنده برقم (١١٨-١١٩)۔

حضرت عمر رضي الله عنه کی شان عجیب تھی کہ بڑھاپے تک گھوڑے کے اوپر سوار ہو کر گھوڑا نہیں دوڑاتے تھے بلکہ گھوڑے کو پہلے پوری رفتار سے دوڑاتے تھے اور خود پیدل دوڑتے تھے جب وہ پوری رفتار سے دوڑنے لگتا تھا تو جست لگا کر اس کی پشت پر سوار ہوتے تھے، کتنی قوت اللہ نے عطا فرمائی تھی۔ تو اس میدان میں حضرت عمر رضي الله عنه سب پر بھاری رہتے تھے۔

علامہ مسعودیؒ نے اپنی کتاب مروج الذھب میں حضرت عمر رضي الله عنه کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضي الله عنه نے زمانۂ جاہلیت میں بڑے بڑے القاب لیے اور بڑے بڑے بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں[۵]

کیونکہ اہل عرب میں صرف سترہ آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے جن میں حضرت عمر رضي الله عنه بھی تھے، آپ کے کانوں میں جب یہ صدا پہنچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا اعلان کر دیا ہے، آج نبوت کا اعلان کر دیا ہے تب یہ بڑے پریشان ہوئے کہ یہ تو ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے کہ لوگ تیزی کے ساتھ تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا وحدہ لاشریک لہ کی طرف دوڑ رہے ہیں، لوگ تیزی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں چنانچہ ان کو بڑا غصہ آیا حالانکہ ان کے کان اس آواز سے غیر مانوس نہیں تھے کیونکہ ان کے خاندان کے سردار حضرت سعید رضي الله عنه جو ان کے بہنوئی تھے وہ اور ان کے والد حضرت زید اسلام لا چکے تھے، حضرت سعید رضي الله عنه کا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تھا جو حضرت عمر رضي الله عنه کی بہن تھی تو اس صدا سے، اس آواز سے ان کے کان غیر مانوس نہیں تھے۔ لیکن طبیعت میں جلال کی سی کیفیت تھی۔ ان کی ایک باندی نے جب اسلام قبول کیا تو اس کو بہت مارا کہ

---

[۵] کما قال ابن الأثیر الجزری فی ''أسد الغابة'' (۳۱۴/۲): وکان من أشرف قریش وإلیه کانت السفارة فی الجاهلیة، وذلك أن قریشاً کانوا إذا وقع بینهم حرب، أو بینهم وبین غیرهم، بعثوه سفیراً، وإن نافرهم منافراً أو فاخرهم مفاخر، رضوا به، بعثوه منافراً ومفاخراً۔

تو اسلام چھوڑ دے اس نے کہا نہیں ! ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ میں اسلام کو چھوڑ دوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ تیزی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو ان کا غصہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے ارادہ کر لیا کہ کیوں نہ بانی اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے وہ تلوار لے کر گھر سے نکلے، ادھر ابو جہل نے اعلان کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا سو اونٹ کی ضمانت میں لیتا ہوں یعنی انعام کے طور پر سو اونٹ میں دوں گا چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور جا کر تصدیق کی کہ کیا تو اپنے اس وعدے پر قائم ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ! بالکل قائم ہوں۔ اب ادھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے نکلے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور غلاف کعبہ پکڑ کر دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِيْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ[۶]

یا اللہ! عمرین میں سے کسی ایک کے ساتھ اسلام کو قوت عطا فرما، یا تو ابو جہل کو اسلام عطا فرما یا عمر کو اسلام عطا فرما، اس دعا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی آمین کہی اور یوں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار کی دعا قبول ہو گئی اب صرف اس کا ظہور باقی تھا لیکن اس کی خبر حضرت عمر کو نہ تھی کہ میں جا تو رہا ہوں قتل کرنے کے لیے لیکن میں مراد رسول بن کر جا رہا ہوں کہ اللہ کے نبی نے اللہ سے مجھ کو مانگ لیا ہے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے تو راستے میں ایک صحابی نعیم بن عبد اللہ رضي اللہ عنہ جن کا

---

[۶] أخرجه الترمذی فی سننه برقم (۳۹۸۳) فی باب مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه، قال: حدثنا أبو كريب، حدثنا يونس بن بكير، عن النضر أبي عمر، عن عكرمة، عن ابن عباس: أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اللهم أعز الإسلام بأبي جهل بن هشام أو بعمر، قال: فأصبح فغدا عمر على رسول الله صلى الله عليه وسلم فأسلم، قال أبو عيسى: هذا حديث غريب من هذا الوجه-
وأخرجه البغوی فی شرح السنة برقم (۳۸۸۵)-وأخرجه البغوی فی شرح السنة برقم (۳۸۸۵)

تعلق بنی زہرہ سے تھا انہوں نے دیکھا کہ عمر غصے میں ہے، گردن کی رگیں تنی ہوئی ہیں اور تلوار ہاتھ میں ہے تو پوچھا کہ عمر خیر تو ہے؟ کہا کہ آج میں سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرنے جارہاہوں تو حضرت نعیم بن عبد اللہ رضي اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم نے یہ حرکت کی تو بنی زہرہ اور بنی ہاشم تم کو چھوڑ دیں گے؟ تو وہ سخت غصے میں آگئے اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صابی ہوگئے ہو۔ اس زمانے میں جو بھی اسلام میں داخل ہوتا تھا تو کفار اسے صحابی نہیں صابی کہتے تھے یعنی تم نے بھی اپنے دین کو چھوڑ دیاہے تو حضرت نعیم نے کہا کہ میں نے تمہارا دین کیا چھوڑا ہے اسلام تو تمہارے گھر میں داخل ہوچکا ہے تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی مسلمان ہوچکے ہیں تم کن چکروں میں ہو۔ اب یہ مزید غصے میں آگئے، ذرا آگے گئے تو دیکھتے ہیں کہ ایک مجمع ہے اور اس کے پاس ایک بچھڑا ہے وہ اسے رسی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس کو ذبح کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، حضرت عمر رضي اللہ عنہ قریب سے گذرے تو بچھڑے کے پیٹ سے آواز آئی:

يَا آلَ ذَرِيْحٍ أَمْرٌ نَجِيْحٌ وَرَجُلٌ يَصِيْحُ بَلِسَانٍ فَصِيْحٍ يَدْعُوْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؎

؎ أخرجه البخارى فى صحيحه برقم (٣٨٦٦) فى باب إسلام عمر بن الخطاب رضى الله عنه، قال: حدثنا يحيى بن سليمان، قال: حدثنى ابن وهب، قال: حدثنى عمر أن سالماً حدثه، عن عبد الله بن عمر قال: ما سمعت عمر لشئ قط يقول: إنى لأظنه كذا إلا كان كما يظن بينما عمر جالس إذ مر به رجل جميل فقال: لقد أخطأ ظنى، أو إن هذا على دينه فى الجاهلية، أو لقد كان كاهنهم، على الرجل، فدعى له فقال له ذلك فقال: ما رأيت كاليوم استقبل به رجل مسلم، قال: فإنى أعزم عليك إلا ما أخبرتنى، قال: كنت كاهنهم فى الجاهلية، قال: فما أعجب ما جاء تك به جنيتك، قال: بينما أن يوماً فى السوق جائتنى أعرف فيها الفزع، فقالت: ألم تر الجن وإبلاسها ويأسها من بعد إنكاسها ولحوقها بالقلاص وأحلاسها، قال عمر: صدق بينما أنا عند آلهتهم إذ جاء رجل بعجل فذبحه فصرخ به صارخ لم أسمع صارخاً قط أشد صوتاً منه يقول: يا جليح، أمر نجيح، رجل فصيح، يقول: لا إله إلا أنت، فوثب القوم قلت: لا أبرح حتى أعلم ما وراء هذا ثم نادى: يا جليح، أمر نجيح، رجل فصيح، يقول: لا إله إلا الله، فقمت فما نشبنا أن قيل هذا نبى-
وأخرجه البغوى فى المجالسة برقم (٢٢٤٤) واللفظ فيه: يا آل ذريح! لأمر نجيح، لصائح يصيح، بلسان فصيح، بمكة يدعو لا إله إلا الله- وذكره الذهبى فى ''سير أعلام النبلاء'' (٢٥٣/٢) قال: ثم أنشأ عمر يقول:

حضرت عمر رضي الله عنه پریشان ہوئے کہ جانور کے پیٹ سے یہ آواز کیسی آرہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز مجھے سنوائی جارہی ہے۔ اس آواز کو امام بخاری رحمہ اللہ نے باب اسلام عمر میں نقل کیا ہے۔ جب انہوں نے یہ آواز سنی تو خیال آیا کہ یہ آواز مجھے سنوائی جارہی ہے لیکن چونکہ غصے کی کیفیت تھی لہٰذا آگے بڑھے اور جب بہن کے گھر کے قریب پہنچے تو اندر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آئی، بہن نے ان کے قدموں کی آہٹ سن کر جلدی سے وہ اوراق چھپادئے، اس زمانے میں ہرن کی کھال پر قرآن لکھا جاتا تھا، لکڑی کی تختیوں پر لکھا جاتا تھا۔ اب حضرت عمر رضي الله عنه اندر داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہی غصے سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں صابی ہوچکے ہو، اپنے دین سے پھر چکے ہو، یہ آواز کیسی آرہی تھی۔ بہن نے کہا کہ ہاں وہ اللہ کے کلام کی آواز تھی، ہم اللہ کے کلام کی تلاوت کررہے تھے اور اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے رہیں گے، تمہارا جو جی میں آئے تم کرلو۔ حضرت عمر رضي الله عنه سوچنے لگے کہ میری بہن جو میرے نام سے اور میری آواز سے کانپتی تھی آج اس طرح سے گفتگو کررہی ہے، حضرت سعید بن زید رضي الله عنه جو ان کے بہنوئی تھے ان سے دست وگریباں ہوگئے، ان سے لڑائی شروع کردی، بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو بہن کو اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہوگئیں تب بہن نے کہا کہ اے عمر جو جی میں آئے کرلو ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اسلام ایک عظیم نعمت ہے اسے ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

بس ان کی ہدایت کا وقت آچکا تھا، انہوں نے کہا کہ ذرا مجھے بھی سنواؤ تو سہی وہ آواز کیسی تھی، کہا کہ تم ناپاک ہو میں کیسے تمہیں بتاؤں کہ وہ آواز کیسی تھی، کہا کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ کہا کہ غسل کرو۔ جب انہوں نے غسل کرلیا تو اس کے بعد وہ اوراق لا کر سامنے رکھ دئے، وہ تھی ستائیسویں پارے کی آخری سورت سورۂ حدید سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ایک ایک آیت کو انہوں نے پڑھنا شروع کیا چونکہ جو سترہ

كنا يوماً في حي من قريش يقال له: آل ذريح، وقد ذبحوا عجلاً والجزار يعالجه إذا سمعنا صوتاً من جوف العجل، وما نرى شيئاً وهو يقول: يا آل ذريح! أمر نجيح، صائح يصيح، بلسان فصيح يشهد أن لا إله إلا الله۔

آدمی اس زمانے میں پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان میں حضرت عمر رضي الله عنه بھی تھے چنانچہ انہوں نے ایک ایک آیت کو پڑھنا شروع کیا اور اللہ کے کلام کی عظمت کے سامنے ان کا جسم کانپنے لگا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر تو بے ساختہ پکار اٹھے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور جناب پھر تو ان کی بہن کی خوشی کے عالم کا کیا پوچھنا اور بہنوئی کی خوشی کے عالم کا کیا پوچھنا۔

آگے حضرت عمر رضي الله عنه کی زبان سے سنئے فرمایا کہ کہاں تو میں اتنا شدید غصے میں تھا کہ جسم کانپ رہا تھا کہ جلد سے جلد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دوں لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ اللہ نے مجھے جذب کر لیا، اللہ نے مجھے قبول کر لیا، اب جیسے ہی میں نے کلمہ پڑھا تو قلب کی کیفیت تبدیل ہوگئی اور دل کے اندر ایک عجیب تڑپ محسوس ہوئی، میں نے فوراً اپنی بہن سے پوچھا أَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ اب مجھے بتاؤ کہ اللہ کے محبوب کہاں ہیں؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہورہا فَقَالَتْ أُخْتِيْ : إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَارِ أَرْقَمَ میری بہن نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں ہیں، وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش بھی تھی، تو میری بہن نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دارِ ارقم میں کوہِ صفا کے قریب تشریف فرما ہیں، میں دوڑتا ہوا دارِ ارقم پہنچا وَقَرَعْتُ الْبَابَ اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا كَانَ حَمْزَةُ فِي الدَّارِ حضرت حمزہ رضي الله عنه بیس صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ تشریف فرما تھے، جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو صحابہ کی جماعت باہر آئی تو دیکھا کہ عمر ہیں اور ننگی تلوار ہاتھ میں ہے فوراً تشویش ہوئی اور چہرے پر گھبراہٹ ہوئی، سیدنا حمزہ رضي الله عنه چونکہ شجاع بھی تھے انہوں نے حضرت عمر رضي الله عنه کو نہیں دیکھا تھا پوچھا مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا ہے کیوں پریشان ہو؟ فَقَالُوْا : جَآءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ انہوں نے کہا کہ عمر آئے ہوئے ہیں

، فرمایا کہ عمر آئے ہیں تو آنے دو پریشان ہونے کی بات نہیں ہے اگر نیک ارادے سے آرہا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ حضرت حمزہ رضي الله عنه کو بھی اللہ تعالیٰ نے خوب قوت و طاقت عطا فرمائی تھی، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی **فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ، حضرت عمر رضي الله عنه کو دیکھا کہ تلوار ہاتھ میں ہے ف**أَخَذَ مَجَامِعَ ثِيَابِيْ** مجھے گریبان سے پکڑا اور اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ **فَوَقَعْتُ عَلٰى رُكْبَتَيَّ** مجھ جیسا بہادر، مجھ جیسا پہلوان گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارعب آواز گونجی کہ اے عمر کیا تمہاری ہدایت کا وقت ابھی نہیں آیا؟ بس اتنا سنتے ہی عرض کیا کہ آج عمر اسلام قبول کرنے کے لیے ہی آپ کی خدمت میں آیا ہے، پھر انہوں نے دوبارہ کلمہ پڑھا **أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** ان کے کلمہ پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی خوشی ہوئی **فَكَبَّرَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ تَكْبِيْرَةً وَّاحِدَةً** سب صحابہ کرام نے مل کر نعرہ تکبیر بلند کیا یہاں تک کہ بیت الحرام میں بھی ان کی آواز چلی گئی، مکے کی پوری وادی اس آواز سے گونج اٹھی۔ [۸]

---

۸ أخرجه ابن الأثير الجزري في ''أسد الغابة'' (۳۱۶/۲): قال: أنبأنا العدل أبو القاسم الحسين بن هبة الله بن محفوظ بن صصرى التغلبي الدمشقي، أنبأنا الشريف النقيب أبو طالب علي بن حيدرة بن جعفر العلوي الحسيني، وأبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد قراءة عليهما وأنا أسمع، قالا: أنبأنا الفقيه أبو القاسم علي بن محمد بن علي بن أبي العلاء المصيصي، أنبأنا أبو محمد عبد الرحمن بن عثمان بن القاسم بن أبي نصر، أنبأنا أبو الحسن خيثمة بن سليمان بن حيدرة، أنبأنا محمد بن عوف، أنبأنا سفيان الطائي، قال: قرأت على إسحاق بن إبراهيم الحنفي، قال: ذكره أسامة بن زيد، عن أبيه، عن جده أسلم، قال: قال لنا عمر بن الخطاب: أتحبون أن أعلمكم كيف كان بدء إسلامي؟ قلنا: نعم! قال: كنت من أشد الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبينا أنا يوماً في يوم حار شديد الحر بالهاجرة، في بعض طرق مكة، إذ لقيني رجل من قريش، فقال: أين تذهب يا ابن الخطاب؟ أنت تزعم أنك هكذا وقد دخل عليك هذا الأمر في بيتك؟ قال: قلت: وما ذاك؟ قال: أختك قد صبأت، قال: فرجعت مغضباً، وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع الرجل والرجلين إذا أسلما عند الرجل به قوة، فيكونان معه، ويصيبان من طعامه، وقد كان ضم إلى زوج أختي رجلين، قال: فجئت حتى قرعت الباب، فقيل: من هذا؟ قلت: ابن الخطاب، قال: وكان القوم جلوساً يقرؤون القرآن في صحيفة معهم،

فلما سمعوا صوتى تبادروا واختفوا، وتركوا أو نسوا الصحيفة من أيديهم، قال: فقامت المرأة ففتحت لى، فقلت: يا عدوة نفسها! قد بلغنى أنك صبوت، قال: فأرفع شيئاً فى يدى فأضربها به، قال: فسال الدم، قال: فلما رأت المرأة الدم بكت، ثم قالت: يا ابن الخطاب! ما كنت فاعلاً فافعل، فقد أسلمت، قال: فدخلت وأنا مغضب فجلست على السرير، فنظرت فإذا بكتاب فى ناحية البيت، فقلت: ما هذا الكتاب؟ أعطنيه، فقالت: لا أعطيك، لست من أهله، أنت لا تغتسل من الجنابة، ولا تطهر، وهذا لا يمسه إلا المطهرون، قال: فلم أزل بها حتى أعطتنيه، فإذا فيه: ''بسم الله الرحمن الرحيم'' فلما مررت بـ ''الرحمن الرحيم'' ذعرت ورميت بالصحيفة من يدى، قال: ثم رجعت إلى نفسى، فإذا فيها: ''سبح لله ما فى السماوات والأرض وهو العزيز الحكيم'' قال: فكلما مررت باسم من أسماء الله عزوجل ذعرت، ثم ترجع إلى نفسى، حتى بلغت: ''آمنوا بالله ورسوله وأنفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه'' حتى بلغت إلى قوله: ''إن كنتم مؤمنين'' قال: فقلت: ''أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله'' قال: فخرج القوم يتبادرون بالتكبير، استبشاراً بما سمعوه منى، وحمدوا الله عز وجل، ثم قالوا: يا ابن الخطاب! أبشر، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم دعا يوم الإثنين فقال: اللهم أعز الإسلام بأحد الرجلين: إما عمرو بن هشام، وإما عمر بن الخطاب، وإنا نرجو أن تكون دعوة رسول الله لك، فأبشر - قال: فلما عرفوا منى الصدق قلت لهم: أخبرونى بمكان رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: هو فى بيت فى أسفل الصفا -وصفوه- قال: فخرجت حتى قرعت الباب، قيل: من هذا؟ قلت: ابن الخطاب، قال: وقد عرفوا شدتى على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يعلموا بإسلامي، قال: فما اجترأ أحد منهم أن يفتح الباب، قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: افتحوا له، فإنه إن يرد الله به خيراً يهده، قال: ففتحوا لى، وأخذ رجلان بعضدى، حتى دنوت من النبى صلى الله عليه وسلم، قال: فقال: أرسلوه، قال: فأرسلونى، فجلست بين يديه، قال: فأخذ بمجمع قميصى، فجذبنى إليه، ثم قال: أسلم يا ابن الخطاب، اللهم اهده، قال: قلت: أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله، فكبر المسلمون تكبيرة، سمعت بطرق مكة، قال: وقد كان استخفى، قال: ثم خرجت فكنت لا أشاء أن أرى رجلاً قد أسلم يضرب إلا رأيته، قال: فلما رأيت ذلك قلت: لا أحب إلا أن يصيبنى ما يصيب المسلمين، قال: فذهبت إلى خالى - وكان شريفاً فيهم - فقرعت الباب عليه، فقال: من هذا؟ فقلت: ابن الخطاب، قال: فخرج إلى، فقلت له: أشعرت أنى قد صبوت؟ قال: فعلت؟ فقلت: نعم! قال: لا تفعل! قال: فقلت: بلى، قد فعلت، قال: لا تفعل! وأجاف الباب دونى وتركنى، قال: قلت: ما هذا بشىء، قال: فخرجت حتى جئت رجلاً من عظماء قريش، فقرعت عليه الباب، فقال: من هذا؟ فقلت: عمر بن الخطاب، قال: فخرج إلى، فقلت له: أشعرت أنى قد صبوت؟ قال: فعلت؟ فقلت: نعم! قال: فلا تفعل! قلت: قد فعلت، قال: لا تفعل! قال: ثم قام فدخل، وأجاف الباب دونى، قال: فلما رأيت ذلك انصرفت، فقال لى رجل: تحب أن يعلم إسلامك؟ قال: قلت: نعم! قال: فإذا جلس الناس فى الحجر واجتمعوا أتيت فلاناً - رجلاً لم يكن يكتم السر - فاصغ إليه، وقل له - فيما بينك وبينه -: قد صبوت، فإنه سوف يظهر عليك ويصيح ويعلنه، قال: فاجتمع الناس فى الحجر، فجئت الرجل = فدنوت منه، فأصغيت إليه فيما بينى وبينه، فقلت: أعلمت أنى قد صبوت؟ فقال: ألا إن عمر بن الخطاب قد صبأ، قال: فما زال الناس يضربوننى وأضربهم، قال: فقال خالى: ما هذا؟ فقيل: ابن الخطاب! قال: فقام على الحجر فأشار بكمه فقال: ألا إنى قد أجرت ابن أختى، قال: فانكشف الناس عنى، وكنت لا أشاء أن أرى أحداً من

اب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں اور خوشخبری سناتے ہیں:

لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ:

قَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ [٩]

آج عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے فرشتوں میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ بتایئے فرشتوں میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [١٠]

اے اللہ کے نبی! آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ صحابہ جو ایمان لا چکے ہیں تا کہ نگاہِ نبوت اللہ پر رہے۔

اب حضرت عمر رضي الله عنہ چونکہ بہادر تھے دلیر تھے لہٰذا فوراً سوال کیا أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ أَنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ إِنْ حُيِّيْتُمْ أَوْ

المسلمين يضرب إلا رأيته وأنا لا أضرب، قال: فقلت: ما هذا بشئ حتى يصيبنى مثل ما يصيب المسلمين؟ قال: فأمهلت حتى إذا جلس الناس فى الحجر، وصلت إلى خالى، فقلت: اسمع، فقال: ما أسمع؟ قال: قلت: جوارك عليك رد، قال: فقال: لا تفعل يا ابن أختى، قال: قلت: بل هو ذاك، فقال: ما شئت! قال: فما زلت أضرب وأضرب حتى أعز الله الإسلام۔

[٩] أخرجه ابن ماجه فى سننه برقم (١٠٣) فى فضائل عمر رضى الله عنه، قال: حدثنا إسماعيل بن محمد الطلحى، أخبرنا عبد الله بن خراش الحوشبى، عن العوام بن حوشب، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: لما أسلم عمر، نزل جبريل، فقال: يا محمد! لقد استبشر أهل السماء بإسلام عمر۔

وأخرجه ابن حبان فى صحيحه برقم (٦٨٨٣)، والحاكم فى المستدرك برقم (٤٤٩١)، والطبرانى فى معجمه الكبير برقم (١٠٩٤٦)، وابن عساكر فى معجم شيوخه برقم (٢٤٢)۔

[١٠] أخرجه ابن الأثير الجزرى فى ''أسد الغابة'' قال: أخبرنا أبو محمد عبد الله بن على بن سويدة التكريتى بإسناده إلى أبى الحسن على بن أحمد بن متويه، قال: أنبأنا أحمد بن محمد بن أحمد الأصبهانى، أنبأنا عبد الله بن محمد بن جعفر الحافظ، حدثنا أبو بكر بن أبى عاصم، حدثنا صفوان بن المغلس، حدثنا إسحاق بن بشر، حدثنا خلف بن خليفة، عن أبى هاشم الرمانى، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: أسلم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم تسعة وثلاثون رجلاً وامرأة، ثم إن عمر أسلم فصاروا أربعين، فنزل جبريل عليه السلام بقوله تعالى: {يا أيها النبى حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين}۔

تَمُوْتُوْنَ قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم لوگ ہر حالت میں حق پر ہو یعنی مسلمان ہر حالت میں حق پر ہے خواہ وہ زندہ ہے یا مر جائے ، پھر انہوں نے سوال کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَنَخْرُجَنَّ آپ فرمارہے ہیں کہ آپ حق پر ہیں پھر ہم چھپ چھپ کر نمازیں کیوں پڑھ رہے ہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے آج ہم ضرور بالضرور باہر نکلیں گے۔ فَأَخْرَجَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَفَّیْنِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز کے لیے نکالا، ایک صف میں ایک طرف سیدنا حمزہ رضي اللہ عنہ اور ایک طرف امیر المؤمنین عمر رضي اللہ عنہ اور پیچھے صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی، صحابہ کرامؓ شمع رسالت کو لے کر پہلی مرتبہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کے اندر جارہے ہیں، [11]

عمر جاتے ہوئے تلوار گھماتے جارہے ہیں کہ جس مشرک کو اپنی بیوی کو بیوہ

---

[11] أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء (۴۰/۱) قال: حدثنا محمد بن أحمد بن الحسن، حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، حدثنا عبد الحميد بن صالح، حدثنا محمد بن أبان، عن إسحاق بن عبد الله بن أبان بن صالح، عن مجاهد، عن ابن عباس قال: سألت عمر رضي الله عنه لأي شيء سميت الفاروق، قال: أسلم حمزة قبلي بثلاثة أيام ثم شرح الله صدري للإسلام، فقلت: الله لا إله إلا هو له الأسماء الحسنى فما في الأرض نسمة أحب إلي من نسمة رسول الله صلى الله عليه وسلم، قلت: أين رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت أختي هو في دار الأرقم عند الصفا، فأتيت الدار وحمزة في أصحابه جلوس في الدار ورسول الله صلى الله عليه وسلم في البيت، فضربت الباب فاستجمع القوم فقال لهم حمزة: مالكم؟ قالوا: عمر، قال: فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخذ بمجامع ثيابه ثم نثره نثرة فما تمالك أن وقع على ركبته، فقال: ما أنت بمنته يا عمر قال: فقلت: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، قال: فكبر أهل الدار تكبيرة سمعها أهل المسجد، قال: فقلت: يا رسول الله! ألسنا على الحق إن متنا وإن حيينا؟ قال: بلى، والذي نفسي بيده إنكم على الحق إن متم وإن حييتم، = قال: فقلت: ففيم الاختفاء والذي بعثك بالحق لتخرجن، فأخرجناه في صفين، حمزة في أحدهما، وأنا في الآخر، له كديد ككديد الطحين، حتى دخلنا المسجد، قال: فنظرت إلى قريش، وإلى حمزة، فأصابتهم كآبة لم يصبهم مثلها، فسماني رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ الفاروق، وفرق الله به بين الحق والباطل۔

کرنا ہو تو میرے مقابلے میں آجائے اِدھر مشرکین مکہ خوشخبری کے انتظار میں تھے کہ شاید ابھی اطلاع آئے کہ عمر نے اللہ کے رسول کا کام تمام کردیا (نعوذ باللہ) تو جب مشرکین نے دیکھا کہ عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت میں لے کر آرہے ہیں تو ان پر مایوسی چھاگئی۔

اِدھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی اطلاع مل گئی کہ ابوجہل کی قسمت میں ایمان نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضي اللہ عنہ کا نام لے کر دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ أَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً [۱۲]

کہ اے اللہ عمر سے اسلام کو قوت عطا فرما خاص طور سے، دعا تو پہلے ہی قبول ہوچکی تھی یہ تو ظہور بعد میں ہورہا ہے۔ کچھ دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ منورہ چلے جاؤ، حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے ہجرت کی اور صحابہ کرام کی جماعت کو لے کر قبا میں رفاعۃ بن منظر کے مکان پر قیام کیا، [۱۳] وہاں سے ایک ایک صحابی مدینہ میں داخل ہوتا رہا، اس زمانے میں قبا مدینے سے باہر بستی شمار ہوتی تھی جبکہ خود مدینہ بھی ایک چھوٹی سی بستی تھی، اگر سب لوگ ایک ساتھ داخل ہوجاتے تو کھانے پینے کا مسئلہ ہوجاتا۔ آج تو کئی کئی لاکھ حاجی مدینہ منورہ میں ہوتے ہیں لیکن اس زمانے میں صحابی ایک ایک کرکے وہاں منتقل ہورہے تھے۔

---

[۱۲] أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (۱۰۵) في فضائل عمر رضي الله عنه، قال: حدثنا محمد بن عبيد أبو عبيد المديني، حدثنا عبد الملك بن الماجشون، حدثني الزنجي بن خالد، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللهم أعز الإسلام بعمر بن الخطاب خاصة۔

وأخرجه ابن حبان في صحيحه برقم (۶۸۸۲)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (۱۳۴۸۲)، والحاكم في المستدرك برقم (۴۴۸۵)۔

[۱۳] قال ابن الأثير الجزري في ''أسد الغابة'' (۳۱۹/۲): قال ابن إسحاق: نزل عمر بن الخطاب، وزيد بن الخطاب، وعمرو، وعبد الله ابنا سراقة، وخنيس بن حذافة، وسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، وواقد بن عبد الله، وخولى بن أبي خولى، وهلال بن أبي خولى، وعياش بن أبي ربيعة، وخالد، وإياس وعاقل بنو البكير، نزل هؤلاء على رفاعة بن المنذر، في بني عمرو بن عوف۔

حضرت عمر رضي الله عنه کو اللہ تعالیٰ نے عجیب شان عطا فرمائی تھی بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان تھی یعنی طبیعت میں جلال تھا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضي الله عنه کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اچانک انہوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو ہم لوگ خوف کی وجہ سے گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے۔ ان کا اتنا رعب تھا لیکن ظاہری دنیاوی شان وشوکت کچھ نہیں تھی، لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے ہوتے، لیکن اس حالت میں بھی پوری دنیا کے بڑے بڑے سلاطین ان کے نام سے کانپتے تھے۔ جب قیصر وکسریٰ کی حکومتیں ختم ہوئیں اور مدائن فتح ہوا تو وہاں ایک شخص فارسی النسل مسلمان ہوا، اس نے کہا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ مدائن کے فتح ہونے کی خبر میں امیر المؤمنین کو جا کر سناؤں۔ چنانچہ اجازت دے دی گئی، اب جناب وہ اپنی اونٹنی پر سوار مدینے کی طرف رواں دواں ہیں، وہ اپنے دماغ میں خیالی پلاؤ پکا رہے ہیں کہ مدینے میں کتنے بڑے بڑے شاہی محلات ہوں گے اور امیر المؤمنین کے پاس کتنا بڑا لشکر ہو گا اور وہاں گارڈ آف آنر یعنی سلامی پیش ہو رہی ہو گی اور میں کس طریقے سے جا کر سلام کروں گا اور کس طرح ملاقات کروں گا یہ سوچتے ہوئے جا رہے تھے، ابھی مدینے سے دور تھے کہ راستے میں دیکھا کہ ایک نوجوان شخص کھڑا ہے اور اس کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں، وہ فوراً سلام کر کے پوچھتا ہے کہ بتاؤ کون سا علاقہ فتح ہوا؟ اس نے کہا ارے تم راستے سے ہٹو میں امیر المؤمنین کو خوشخبری سنانے جا رہا ہوں، وہ شخص پیچھے پیچھے دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے جب مسجد نبوی کے قریب پہنچے صحابہ کرام نے دیکھا کہ امیر المؤمنین پیچھے پیچھے آرہے ہیں جب انہوں نے آواز دی یا امیر المؤمنین تب یہ گھبرائے کہ یہ امیر المؤمنین ہیں جو اکیلے جنگل میں کھڑے ہوئے راستے کو دیکھ رہے ہیں کہ کس علاقے کے فتح کی خوشخبری آرہی ہے تب یہ گھبرا کے اترنے لگے تو حضرت عمر رضي الله عنه نے فرمایا کہ نہیں اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے پورے مدینے میں خوشخبری سناؤ، میں جا کر اللہ کے حضور میں دو رکعات شکرانہ ادا کرتا ہوں۔ تو کیا شان اللہ نے عطا فرمائی تھی کہ رعب کتنا تھا اللہ اکبر! اور اللہ نے قوتِ قلب کتنی

عطا فرمائی تھی کہ جو بھی ارادہ کر لیتے تھے بس وہ کر گذرتے تھے۔ اپنی مدتِ خلافت دس سال چھ ماہ اٹھارہ دن کے دوران بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل علاقہ فتح کر چکے تھے۔ دنیا میں مجاہدین رواں دواں تھے اور خود کس سادگی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور یہ دعا مانگ رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ[۱۴]

اے اللہ! اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور میری موت کو اپنے نبی کے شہر میں مقدر فرما اور حضرت عمر رضي اللہ عنہ نبی کے شہر میں تو کیا بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے، ایک طرف حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت عمر رضي اللہ عنہ اور شہادت کی موت بھی تھی ان کے غلام نے جب ان کو خنجر مارا تو اسی خنجر کے زخم سے آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور اس وقت بھی جب دنیا سے آخرت کا سفر ہو رہا تھا ایک غلام سامنے گذرا اس کی لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی تھی فوراً فرمایا اِرْفَعْ إِزَارَكَ یَا غُلَامُ اے غلام! اپنی لنگی اوپر کر لے۔ بتایئے کہ جب سکرات کا عالم طاری ہوتا ہے ایک انسان کا دنیا سے رابطہ منقطع ہو رہا ہے اللہ سے اس کا رابطہ قائم ہونے جا رہا ہے اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے اس وقت تو وہ اپنی فکر میں مرتا ہے لیکن اس وقت بھی ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف یہ چیز برداشت نہیں ہوئی فوراً فرمایا اِرْفَعْ إِزَارَكَ یَا غُلَامُ اے غلام! اپنی لنگی اوپر کر لے۔[۱۵]

---

[۱۴] أخرجه البخاری فی صحیحه برقم (۱۸۹۰) فی باب (بلا ترجمة) قال: حدثنا یحیی بن بکیر، حدثنا اللیث، عن خالد بن یزید، عن سعید بن أبی هلال، عن زید بن أسلم، عن أبیه، عن عمر رضی الله عنه قال: اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلك، واجعل موتی فی بلد رسولك صلی الله علیه وسلم۔

[۱۵] أخرجه أحمد فی فضائل الصحابة برقم (۳۲۹) قال: حدثنا عبد الله قال: حدثنی عبید الله بن محمد القرشی أبو عبد الرحمن، قال: حدثنا أبو معاویة، قال: حدثنا شعبة، عن عمرو بن مرة، عن إبراهیم، عن الأسود، عن عبد الله قال: رحم الله عمر، إنه لما طعن تلك الطعنة رأی غلاماً قد أسبل إزاره، فقال: یا غلام! خذ من شعرك، وارفع إزارك، فإنه أبقی لثوبك، وأتقی لربك عز وجل۔

جب انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضي اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا کہ جا کر حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا سے پوچھو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ کے برابر میں جو جگہ ہے کیا مجھے دفن ہونے کی وہاں اجازت مل سکتی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لیے مخصوص کر رکھی تھی لیکن عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، اجازت دیتی ہوں کہ عمر کی تدفین وہاں ہو جائے۔[١٦]

کیا شان اللہ نے عطا فرمائی تھی حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو! خود فرماتے ہیں کہ

كَنَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا حَفْصٍ[١٧]

مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حفص کی کنیت عطا فرمائی تھی، حفص کہتے ہیں شیر کو یعنی شیر کا باپ، سبحان اللہ! کیا شان تھی۔

اعمال میں نیت کی اہمیت

حضرت عمر رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ[١٨]

---

[١٦] أخرجه البخاری فی صحیحه برقم (٣٢٨) فی باب ما ذکر النبی صلی الله علیه وسلم وحفص علی اتفاق أهل العلم، قال: وعن هشام عن أبیه، أن عمر أرسل إلی عائشة ائذن لی أن أدفن مع صاحبی فقالت: إی والله، قال: وکان الرجل إذا أرسل إلیها من الصحابة قالت: لا والله لا أوثرهم بأحد أبداً۔ وأخرجه أیضاً برقم (١٣٩٢) فی باب ما جاء فی قبر النبی صلی الله علیه وسلم وأبی بکر وعمر رضی الله عنهما، عن عمرو بن میمون، وأخرجه ابن أبی شیبة فی مصنفه برقم (١١٩٨٠)۔

[١٧] وأخرجه الحاکم فی المستدرك برقم (٤٩٨٨) قال: حدثنا أبو العباس محمد بن یعقوب، ثنا أحمد بن عبد الجبار، ثنا یونس بن بکیر، عن محمد بن إسحاق، عن العباس بن معبد، عن أبیه، عن ابن عباس رضی الله عنهما: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوم بدر: من لقی منکم العباس فلیکفف عنه فإنه خرج مستکرهاً فقال أبو حذیفة بن عتبة: أنقتل آباء نا وإخواننا وعشائرنا وندع العباس والله لأضربنه بالسیف فبلغت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لعمر بن الخطاب: یا أبا حفص، قال عمر رضی الله عنه: إنه لأول یوم کنانی فیه بأبی حفص، یضرب وجه عم رسول الله بالسیف فقال عمر: دعنی فلأضرب عنقه فإنه قد نافق وکان أبو حذیفة یقول: ما أنا بآمن من تلك الکلمة التی قلت، ولا أزال خائفاً حتی یکفرها عنی بالشهادة، قال: فقتل یوم الیمامة شهیداً۔

تحقیق اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے، کتنے لوگ یہاں بیان سننے کے لیے آتے ہیں لیکن جس کی نیت میں جتنا زیادہ اخلاص ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نِیَّات جمع ہے نِیَّةٌ کی اور نِیَّةٌ مشتق ہے نواۃ سے اور اہل عرب اس جملے کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں أَكَلْتُ التَّمْرَةَ وَلَفَظْتُ النَّوَاةَ کہ میں نے کھجور کھالی اور اس کی گٹھلی پھینک دی، نواۃ گٹھلی کو کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جیسی گٹھلی ہوگی ویسا ہی پھل آئے گا، ویسے ہی ثمرات مرتب ہوں گے، ایسے ہی سالکین کی جیسی نیت ہوگی حدیث پڑھنے والوں کی، عالم بننے والوں کی جیسی نیت ہوگی اگر اللہ کی رضا مقصود ہوگی تو ضرور بالضرور اللہ کی رضا اس کو ملے گی۔

آج جتنے بڑے زمین دار ہیں وہ بیج جب خریدتے ہیں تو ایگریکلچر والوں سے مشورہ کرتے ہیں، اٹامک انرجی والوں کے بیج خریدتے ہیں ان کے بیج بڑے کامیاب پھل دیتے ہیں جو خوشنما ہوتے ہیں اور پودے بھی بڑے ہوتے ہیں پھول بھی خوشبودار ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ ایٹمی شعاعوں سے اسے گذارتے رہتے ہیں تاکہ اس کے اندر قوت اور صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ایسے ہی اللہ والوں کے پاس جب لوگ آتے ہیں تو ان کی نیت کا جو بیج ہے اس پر روحانی شعاعیں گذارتے رہتے ہیں تاکہ اس کے اندر اخلاص پیدا ہو جائے اور اس اخلاص کی وجہ سے اللہ کا جلد سے جلد قرب حاصل کرلے، اللہ تک جلد سے جلد پہنچ جائے۔ اس لیے جن لوگوں کی نیت جتنی زیادہ اچھی ہوتی ہے وہ ایک مجلس میں آتے ہی نیت کرلیتے ہیں کہ بھئی آج سے میں نے داڑھی رکھنی ہے، آج سے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہے جیسا بیج اور گٹھلی ہوگی ویسے ہی ثمرات مرتب ہوں گے جتنا طاقتور بیج ہوگا اتنا طاقتور درخت ہوگا ایسے ہی جتنا زیادہ نیت میں اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ہمارے اندر وہ کیفیات بھی منتقل ہوں گی، آم کی گٹھلی ہوگی تو آم کا پھل آئے گا سیب اور کھجور نہیں آئے گا، کھجور کا بیج لگائیں گے تو کھجور ہی کا پھل آئے گا آم کا پھل نہیں آئے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی

---

[۱۸] تقدم تخریجہ فی ص ۲۰۵

گٹھلی لگائیں گے وہی پھل اس میں آئے گا اور اگر آپ نے نیت کرلی کہ ہم جو خانقاہ میں جاتے ہیں، ہم جو مدرسوں کے اندر تعلیم حاصل کررہے ہیں، علمِ دین حاصل کرنے کے لیے جارہے ہیں، ابھی سال کی ابتداء ہے ابھی سے ہم نیت کرلیں کہ ہمارے پڑھنے پڑھانے کا مقصد کیا ہے؟ پڑھنے پڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ان باتوں کا علم ہوجائے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں تاکہ ہم اس پر عمل کرکے اللہ کو راضی کریں اور ان چیزوں کا بھی علم ہوجائے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تاکہ ان سے بچ کر ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، ایسے ہی خانقاہوں میں آنے والے لوگ نیت کو درست کرلیں، ہمارا مقصد یہاں دنیا کمانا نہیں ہے، تاجروں سے دوستی کرنا نہیں ہے، لوگوں سے چندہ وصول کرنا نہیں ہے ہم یہاں صرف اللہ سے دوستی، اللہ کی رضا، اللہ کی محبت اور اخلاص حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں اور انشاء اللہ اسی پر لگے رہیں گے۔

جیسے ایٹمی شعاعیں جب قریب سے گذرتی ہیں تو بیج طاقتور ہوجاتا ہے، وہ موسم کی تمام بیماریوں کو برداشت کرلیتا ہے اس سے پودے مرجھاتے نہیں ہیں ایسے ہی اللہ والوں کے قلوب سے روحانی شعاعیں جب گذرتی رہتی ہیں تو وہ بھی معاشرے کی تمام چیزوں کو برداشت کرتا ہے معاشرے سے متاثر نہیں ہوتا، معاشرہ اس پر اثر انداز نہیں ہوتا تو اس کا بھی درخت بہت جلد سرسبز و شاداب اور سنت کے مطابق ہوجاتا ہے۔

میرے بزرگو دوستو! آپ حضرات جب یہاں آتے ہیں تو گھر سے چلتے ہی اپنی نیت کو درست کرلیں، وضو کرکے گھر سے چلیں کیونکہ وضو مؤمن کا ہتھیار ہے اگر گھر سے وضو کرکے نہیں چلے تو یہاں آکر وضو کرلیں اور وضو کرنے کے بعد دو رکعات صلوٰۃ توبہ پڑھ لیں کہ یا اللہ! میں آیا تو ہوں لیکن معلوم نہیں میرے اندر اخلاص بھی ہے یا نہیں اور دل کے اندر جو گناہوں کا زنگ لگا ہوا ہے یا اللہ توبہ کی برکت سے میرے دل کو مجلّٰی اور مصفّٰی کردے، جتنا آئینہ صاف ہوتا ہے اتنی ہی شکل صاف نظر آتی ہے، آئینے کے اوپر گرد و غبار مٹی آجاتی ہے تو شکل بھی صاف نظر نہیں آتی لیکن کپڑا گیلا

کر کے جب اسے صاف کر لیتے ہیں تو پھر شکل چمکتی ہوئی نظر آتی ہے، اپنے چہرے کا تمام عیب اور چیزیں اس کے اندر نظر آنے لگتی ہیں تو ایسے ہی جب انسان اخلاص کے ساتھ نیت کرتا ہے تو اپنے اندر جو عیوب ہیں وہ اس کو نظر آجاتے ہیں اور اصلاح کی توفیق ہوجاتی ہے جب وہ توبہ نہیں کرتا اپنے دل کے آئینے کو صاف نہیں کرتا تو دوسروں کے اندر عیب نکالتا ہے اپنے دل کے آئینے کو صاف نہیں کرتا تو دوسروں کے اندر عیب نکالتا ہے اپنا عیب اس کو نظر نہیں آتا اس لیے جتنے حضرات یہاں آتے ہیں اس بات کا اہتمام کریں کہ آنے کے بعد وضو کرکے دو رکعات پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے مانگیں کہ یا اللہ میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں جتنا کام میرے بس میں تھا وہ میں نے کرلیا کہ گھر چھوڑ دیا بچوں کو چھوڑا اس نیک ماحول میں آگیا یا اللہ یہاں کتنے اللہ والے موجود ہیں۔

ہر شخص دوسرے کو اللہ والا سمجھے اپنے آپ کو نہ سمجھے اور مقرر بھی یہ سمجھے اور اس کے دل میں بھی بڑائی کبھی نہ آئے ہمارے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مقرر کرسی پر بیٹھتا ہے اور سامعین نیچے بیٹھ کر تقریر سنتے ہیں مقرر کے دل میں کبھی بڑائی پیدا نہ ہو میں بلندی پر بیٹھا ہوں کوئی خاص بات ہے کوئی علم کی روشنی ہے جس کی وجہ سے میں اوپر بیٹھا ہوں، نہیں، بلکہ یہ تصور کرے، شیطان کو یہ جواب دے کہ ترازو کا وہ پلڑا جس کے اندر کوئی قیمتی چیز ہوتی ہے ترازو کا جو پلڑا بھاری ہوتا ہے وہ زمین سے لگا رہتا ہے اور جو حصہ خالی ہوتا ہے وہ فضا کے اندر بلند رہتا ہے تاکہ سامعین کی عظمت بھی بحال رہے آج کل لوگ کہتے ہیں کہ سامعین کی عظمت کیسے بحال ہوگی؟ ہمارے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تبلیغ ضروری ہے لیکن تحقیر حرام ہے، کسی مؤمن کسی مسلمان بھائی کی حقارت دل میں نہیں آنی چاہئے۔ ایک عالم نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے ہماری داڑھی بھی ہے ہم نماز بھی پڑھتے ہیں اور ہم روزے بھی رکھتے ہیں زکوۃ بھی دیتے ہیں حج بھی کرتے ہیں تمام اعمال ہم کرتے ہیں اور ایک شخص دین سے دور ہے تو حقارت تو دل میں

آہی جاتی ہے حضرت نے فرمایا کہ اچھا مولوی صاحب! یہ بتایئے آپ کا گھر اپنا ہے یا کرائے پر رہتے ہیں؟ کہا کہ نہیں حضرت اپنا گھر ہے۔ پوچھا کتنے کمرے ہیں؟ کہا چار کمرے ہیں پوچھا بجلی ہے گھر میں؟ کہا کہ ہاں الحمد للہ بجلی ہے، پوچھا کبھی کسی کمرے کا فیوز اڑ جاتا ہے لائٹ چلی جاتی ہے؟ کہا کہ حضرت یہ تو بار بار ہوتا ہے، فرمایا کہ کیا اس کمرے کو حقیر سمجھتے ہو، گھٹیا سمجھتے ہو، کمتر سمجھتے ہو؟ کہا نہیں، حضرت نے کہا کیوں جب اندھیرا ہو گیا تو اس کو گھٹیا کیوں نہیں سمجھتے ہو، کہا کہ حضرت چھوٹا سا پیتل یا تانبے کا تار فیوز میں لگاتے ہیں بجلی پھر آجاتی ہے اس لیے اس کو حقیر نہیں سمجھتے، تب حضرت نے فرمایا کہ ہر مؤمن کے دل میں ایمان کا جنریٹر چل رہا ہے اس لیے اس کو حقیر نہ سمجھو اس لیے کہ ایک سکینڈ میں نیت کرنے کی دیر ہے اگر وہ نیت کر لیتا ہے ایک سکینڈ کے اندر کہ آج سے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلوں گا ایک ایک سنت پر عمل کروں گا ایک ایک سنت پر مر مٹنے کی کوشش کروں گا تو ایک سکینڈ میں فرش سے عرش تک پہنچ گیا صرف اس نے نیت کی داڑھی رکھنے کی ابھی نکلی نہیں ہے داڑھی نکلنی شروع ہوئی ہے اگر اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو جب قبر سے اٹھے گا تو ایک مشت داڑھی لے کر اٹھے گا جیسے حاجی حج کے لیے گھر سے نکل گیا اس نے تو اپنا کام کر لیا لیکن راستے میں انتقال ہو گیا ابھی پہنچا نہیں مگر قیامت کے دن انشاء اللہ حجاج کے ساتھ اٹھے گا۔

شفاء دینا اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے

ہر دوئی میں ایک وکیل تھے ان کی عمر کوئی اسی سال کے قریب تھی وکیل صاحب کہنے لگے کہ میں نے آج تک کوئی دوا نہیں کھائی ہے میں دوا کھاتا ہی نہیں، پوچھا کہ کیا بیماری نہیں آتی؟ کہا کہ نہیں بیمار تو ہوتا ہوں کہا میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں ڈاکٹر کو نبض بھی دکھاتا ہوں نسخہ بھی لکھواتا ہوں اور اس کو فیس بھی دیتا ہوں پھر جاتا ہوں میڈیکل اسٹور، اس سے پوچھتا ہوں، اس دوا کی قیمت کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ایک ہزار

روپے کی دوا ہے، ایک ہزار روپے نکال کر میں ایک لفافے میں رکھ لیتا ہوں اور وہ غریب طلبہ پر صدقہ کر دیتا ہوں وہ ڈاکٹر دس دن کا وقت دیتا ہے تو دس دن کے بعد پھر ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں اور ڈاکٹر نبض دیکھتا ہے کہتا ہے کہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ دیکھا آپ نے دوا کھائی کتنی اچھی صحت ہو گئی پھر وہ نسخہ لکھ دیتا ہے رد و بدل کے ساتھ پھر یہ لے کے جاتے ہیں جب ڈاکٹر کو بہت زمانے کے بعد پتہ چلا کہ یہ میرے پاس آتے ہیں نبض بھی دکھاتے ہیں نسخہ بھی لکھواتے ہیں اور فیس بھی ادا کرتے ہیں اور دوا نہیں کھاتے تو ان سے پوچھا کہ آپ میرے پاس کس لیے آتے ہیں کہا کہ اس لیے کہ آپ نے دکان کھولی ہوئی ہے آپ نے بھی زندہ رہنا ہے کہا کہ میڈیکل اسٹور کس لیے جاتے ہیں کہا کہ تاکہ اس کی قیمت پتہ چل جائے کہ کتنے پیسے اس دوا کے بنے ہیں تاکہ اسے میں اللہ کے راستے میں غریب کو صدقہ کر دوں پھر پوچھا کہ دوا کیوں نہیں کھاتے؟ کہا کہ اس لیے کہ مجھے زندہ رہنا ہے اسلیے دوا نہیں کھاتا اور وہ اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے خود بخود شفاء عطا فرما دیتے ہیں، شفا اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں، آج ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس دوا میں شفا رکھی ہے، یہی دوا شفاء دے رہی ہے، نہیں وہی دوا جب اللہ کا حکم نہیں ہوتا تو نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے۔

اس کی مثال بالکل یوں سمجھ لیں جیسے آپ روڈ پر جا رہے ہیں گاڑی فل اسپیڈ سے چلاتے ہوئے اچانک گرین لائٹ جلی تو آپ کراس کر گئے اور لال بتی جلی تو آپ رک گئے اور آپ ہی نہیں بلکہ ہزاروں گاڑیاں رک گئیں اب کوئی بے وقوف یہ کہے کہ لال بتی میں کتنی طاقت ہے اتنی گاڑیوں کو روک دیا۔ ایک سردار جی نے جب دیکھا تو سمجھا کہ اس لال بتی میں کوئی خاصیت ہے فوراً ایک دکان پر گیا اور وہاں جا کر کہنے لگا ایک چڈی چاہئے لال رنگ کی، دکان دار نے پوچھا کہ لال رنگ میں کیا خاص بات ہے؟ کہا کہ چھوڑو یہ خاص بات ہر ایک کی سمجھ نہیں آتی اتنی عقل ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی کہا بھئی سردار جی بتاؤ تو سہی وجہ کیا ہے کہا کہ یہ لال بتی جلتی ہے ساری کی ساری ٹریفک رک جاتی ہے میرے بچے کو موشن لگے ہوئے ہیں تو لال چڈی پہناؤں گا تو بند

ہو جائیں گے جب لال بتی سے تمام ٹریفک رک جاتا ہے تو اس کا دست نہیں رکے گا؟ وہ یہ سمجھا کہ شاید اس بتی میں خاص بات ہے یہ تو حکومت کا ایک قانون ہے کہ لال بتی خطرے کا نشان ہے جس کی وجہ سے ٹریفک رک جاتا ہے اور ہری بتی جو ہے وہ خطرہ ختم ہونے کی علامت ہے ٹریفک پھر چل پڑتا ہے ایسے ہی دوا کا معاملہ ہے۔

ہر پریشانی میں پہلے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنی چاہیے

دو رکعات پڑھ کر اللہ سے مانگنا سیکھو۔ اللہ سے مانگنا آ جائے تو پھر مخلوق سے مانگنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔ ہم نے اللہ سے مانگنا چھوڑ دیا تو مخلوق سے مانگنا پڑتا ہے۔ بچپن ہی سے حضرت والد صاحب دامت برکاتہم کو دیکھا کہ جب کبھی بیمار ہوئے تو کبھی پہلے ڈاکٹر کے پاس نہیں گئے، فوراً وضو کرتے اور مسجد میں آکر دو رکعات پڑھ کے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے پھر اس کے بعد کسی ڈاکٹر کے پاس جاتے تھے۔ ڈاکٹر کے دماغ میں صحیح دوا تو اللہ ہی ڈالے گا تو کیوں نہ اللہ تعالیٰ سے پہلے رابطہ کیا جائے۔ لہٰذا پہلے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کرو تاکہ ڈاکٹر کی ڈاک اور ٹر میں جو فاصلے ہوتے ہیں وہ ختم ہو جائیں، ڈاکٹر کے دماغ میں صحیح دوا آ جائے تو جلدی شفاء ہو جائے گی۔ دوا میں شفاء تو نہیں ہے شفاء تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو شفاء ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کا ایسا یقین بن چکا ہے کہ سر میں درد ہے تو کہتے ہیں کسی دوا سے فائدہ نہیں ہو رہا ہے میں ان سے کہتا ہوں دوا میں شفاء تھوڑی ہے، شفاء تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو دوا فائدہ دیتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا تو وہی دوا نقصان بھی دیتی ہے۔ اس لیے پہلے دو رکعات پڑھ کے اللہ سے فریاد کرو، پھر ڈاکٹر کے پاس جاؤ تو دیکھو گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی خوراک سے شفاء ہو جائے گی۔ اس لیے علاج کرانا سنت ہے، نہ واجب ہے اور نہ فرض ہے۔ دیکھو! گھر میں کوئی بچہ بیمار ہو تو آج جس کو دیکھو فوراً ڈاکٹر کے پاس دوڑ لگاتا ہے یہ نہیں کرتا کہ پہلے جا کر وضو کرے اور دو رکعات پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے کہ یا اللہ! بیماری بھی آپ نے عطا فرمائی شفاء بھی آپ کے اختیار میں ہے

میں ڈاکٹر کے پاس تو جارہا ہوں صحیح دوا اس کے دماغ میں آپ ڈال دیجئے جب دو رکعات پڑھ کے اللہ سے مانگ کر جاؤ گے تو انشاء اللہ ڈاکٹر کے دماغ میں اللہ تعالیٰ صحیح دوا ڈال دیں گے اور اس کی ڈاک اور ٹر میں جو فاصلے ہوں گے وہ ختم فرمادیں گے۔ صحیح دوا اس کے دماغ میں آئے گی جس کو کھاتے ہی انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا فرمادیں گے۔

حبشہ کے بادشاہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرامؓ کے علاج اور معالجے کے لیے ایک طبیب بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بھجوا دیا اور فرمایا کہ میرے صحابہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے معدے کے تین حصے کر کے کھاتے ہیں اس لیے بیماری ان کے قریب بھی نہیں آتی۔[۱۹]

حیاۃ الصحابۃ کوئی پوری پڑھ لے تو اسے معلوم ہو گا کہ آج کل جو بیماری کا حال ہے اس زمانے میں صحابہ اس طرح بیمار نہیں ہوتے تھے۔ اس زمانے میں کسی کا انتقال ہوتا تھا تو فاقے سے ہوتا تھا اور آج کل کوئی مرتا ہے تو کھا کھا کے مرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

دوا اللہ کے حکم سے شفاء دیتی ہے

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت کے گھٹنوں میں تکلیف تھی اور اس زمانے میں ایک سیٹھ صاحب باباجی یہاں کراچی میں بہت مشہور تھے ان کی پتہ نہیں کتنی ملیں تھی، ان کو بھی گھٹنوں میں تکلیف تھی، مفتی صاحب سے بہت زیادہ دوستی تھی وہ کہنے لگے کہ حضرت میں لندن جارہا ہوں علاج کروانے کے لیے گھٹنوں میں درد ہے، کہا کہ اچھا جاؤ وہ گئے وہاں اس زمانے میں آج سے تیس سال پہلے پانچ لاکھ روپیہ خرچ کر کے آئے اور حضرت نانک واڑے میں ایک حکیم تھا وہاں کسی کو بھیج کر کچھ پڑیا منگوائی اور اسے کھایا تو حضرت کو شفا ہو گئی اور وہ سیٹھ صاحب علاج کروا کے جب آئے تو اس زمانے میں قیام مفتی صاحب کا لسبیلہ میں تھا تو

---

[۱۹] تقدم تخریجہ فی ص ۳۵

مفتی صاحب دوسری منزل پر قیام پذیر تھے تو کسی نے اطلاع کی کہ آپ کا ایک دوست آپ سے ملنا چاہتا ہے، کہا کہ اوپر آجاؤ تو کہا کہ میں سیڑھی نہیں چڑھ سکتا کہا کہ تم لندن سے علاج کرواکے آئے ہو ابھی تک درد نہیں گیا، کہا نہیں درد بہت بڑھ گیا ہے جوں جوں علاج کیا مرض بڑھتا گیا تو مفتی صاحب خود تشریف لائے اور کہا کہ میری تو بارہ آنے کی دوا سے الحمد للہ مرض چلا گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر ایک طالب علم کو بھیج دیا کہ جاؤ ان سے کہو تو حکیم صاحب خود آئے انہوں نے دیکھا اور تشخیص کیا اور دوا دی اور الحمد للہ بارہ آنے کی دوا سے مرض ختم ہو گیا اور ان کا پانچ لاکھ روپے کے علاج سے بھی درد وہیں کا وہیں رہا تو جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوتا دوا شفاء نہیں دیتی جب اللہ کا حکم ہو جاتا ہے تو وہی دوا شفاء دے دیتی ہے۔

مسواک کے فوائد

یہاں سفینہ حجاج ایک بحری جہاز تھا آپ کو یاد ہو گا کہ جب وہ جدہ پہنچتا تھا تو تمام لوگ دیکھنے کے لیے آتے تھے اس لیے کہ چودہ منزلہ اتنا بڑا جہاز کہ جس میں دس ہزار حاجی جاتے تھے فرسٹ کلاس والے ایک ایک کمرہ لے کر رہتے تھے اس کے کیپٹن سہیل سلطان تھے ان کے دانتوں میں تکلیف ہوئی اور وہ جناب اسلامک کمپنی کے چیف تھے وہ دنیا کے نجانے کتنے ملکوں میں گئے علاج کروایا لیکن ڈاڑھ کا درد جاتا ہی نہیں تھا ہمارے یہاں علامہ شبلی کے بھتیجے علامہ انور نعمانی صاحب یہ یہیں رہتے تھے حضرت والا کے کمرے میں، یہیں زندگی گذاری، انہوں نے کہا کہ پیلو کی مسواک استعمال کرو کسی دوا کی ضرورت نہیں چنانچہ انہوں نے پیلو کی مسواک تازہ لی اور اس کا استعمال شروع کیا تین دن کے بعد درد ختم ہو گیا اب سارے ڈاکٹر حیران کہ چار مہینے سے علاج ہو رہا ہے دنیا کے اتنے ملکوں کا سفر کیا پیلو کی مسواک تیز تب ہوتی ہے جب تازہ تازہ ہو اور اس میں کڑواہٹ بہت ہوتی ہے سارے جراثیم ختم ہو جاتے ہیں۔

فرانس کے پاگل خانے میں جتنے بھی پاگل آتے ہیں ان سب کو پیلو کی

مسواک کرائی جاتی ہے۔ سنا ہے کہ چھ مہینے کے اندر وہ پاگل بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔ پیلو کی مسواک میں جو تیزی ہوتی ہے اس تیزی کی وجہ سے دماغ کا فاسد مادہ جس کی وجہ سے پاگل پنے کا دورہ پڑتا ہے وہ منہ کے راستے سے نکلتا رہتا ہے اور چھ مہینے میں وہ پاگل بالکل ٹھیک ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ ہم اگر پیلو کی مسواک خرید لیتے ہیں تو کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ مسواک بڑھاپے تک چلتی رہے ایک ہفتے کے بعد اس کا اگلا حصہ کاٹ دینا چاہیے، اس میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں پھر دوسرے حصے کو دانت سے چبا کر اس سے مسواک کرنی چاہیے۔

تو آج لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر مسواک نہیں کرتے لیکن جب انگریز بتادے کہ اس میں بہت فوائد ہیں تو لوگ بہت جلد اس کا استعمال شروع کر دیتے ہیں لیکن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کا حکم فرمایا ہے اس کا خیال نہیں آتا مگر جب انگریز کہہ دے تو کہتے ہیں کہ ہاں اس میں ضرور کوئی خوبی ہے تو پھر یاد آتا ہے کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرمادیا تھا مسواک کے فضائل میں۔ اس لیے برش آپ کرتے ہیں کریں لین سنت ادا کرنے کے لیے مسواک بھی ضرور کیا کریں، تازہ مسواک تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ ہمارے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً بیاسی تراسی سال کی عمر میں بھی ماشاء اللہ دانت بالکل صحیح سالم تھے اس لیے کہ حضرت ہمیشہ مسواک کا استعمال کرتے تھے تو جو لوگ بھی مسواک کا اہتمام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دانتوں کو مضبوط فرمادیتے ہیں لیکن آج کل تو بس ٹوتھ پیسٹ پر مسلمانوں کا اربوں روپیہ یورپ چلا جاتا ہے، سب سے زیادہ فروخت ہونے والی چیزوں میں یہ بھی ہے۔

ہندوستان میں ایک پنڈت نے اس پر ایک تحقیق شروع کی، اس زمانے میں دو آنے کی مسواک نہیں استعمال کرتے چالیس پچاس روپے کا ٹوتھ پیسٹ لا کر اربوں روپے کا زر مبادلہ تم لوگ اپنے ملک کا باہر بھیج دیتے ہو، اس پر ہندوؤں نے عمل شروع کیا تو وہاں ٹوتھ پیسٹ کی خرید و فروخت برائے نام رہ گئی۔ ٹوتھ پیسٹ کوئی بیماری ہو اور

ڈاکٹر لکھ دے تو اور بات ہے لیکن مسواک کی سنت کیوں چھوڑتے ہو؟ مسواک کی فضیلت اپنی جگہ ہے، وہ فضیلت اس برش سے حاصل نہیں ہوگی اور برش بھی آپ کو معلوم ہے کس چیز کا ہوتا ہے اس کا بھی خاص خیال رکھیں آج کل جتنے بڑے لوگ ہیں وہ اعلیٰ قسم کا برش استعمال کرتے ہیں جو سور کے بال کا بنا ہوا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ صاحب وہ بہت سخت ہوتا ہے اور وہ دانتوں کے بیچ کی سب چیزیں نکال دیتا ہے اس لیے پہلے ہی دیکھ لیا کرو کہ وہ نائلون کا ہے یا نہیں، اس کے جو ریشے ہیں وہ پلاسٹک کے ہیں یا نہیں، جتنے قیمتی برش ہیں مہنگے والے وہ سب سور کے بال سے بنتے ہیں بتایئے سور کے بال سے جب آدمی دانت صاف کرے گا اس کی نماز کیسے قبول ہوگی؟ ایک نجس چیز منہ کے اندر رگڑ رہا ہے اس کے اثرات منتقل ہوں گے یا نہیں؟ جب نیک اعمال کا اثر آتا ہے تو ایسی گندی چیزوں کا بھی اثر آتا ہے۔

اس لیے میرے بزرگو دوستو! میں نے جو حدیث پڑھی امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی ابتداء اسی حدیث سے کی ہے

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ[20]

کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس لیے آپ حضرات بھی نیت کو ابھی سے درست کرلیں اور وہ طلبہ کرام جو مدرسوں میں ہیں، اس سال دورۂ حدیث میں یا کسی بھی درجے میں داخل ہوئے ہیں ابھی سے اپنی نیت کو درست کرلیں، جتنی زیادہ ان کی نیت درست ہوگی اتنا ہی زیادہ ثمرات ان پر مرتب ہوں گے اور جلد سے جلد اللہ تعالیٰ کی رضا ان کو نصیب ہوگی گناہوں کا چھوڑنا ان کے لیے آسان ہوجائے گا، تقویٰ اختیار کرنا متقی بننا ان کے لیے آسان ہوجائے گا کیونکہ جب اللہ کی رضا کی نیت کرلی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ ویسے ہی ثمرات بھی اس پر مرتب فرمائیں گے۔

---

[20] تقدم تخریجه فی ص۲۰۵

غصہ کے مفاسد اور اس کا علاج

إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصِّبْرُ الْعَسَلَ [٢١]

تحقیق غصہ ایمان کو فاسد کر دیتا ہے اور کس طرح فاسد کرتا ہے؟ جس طرح ایک ٹن شہد میں اگر ایک تولہ ایلوا ڈال دو تو سارا کا سارا شہد کڑوا ہو جاتا ہے آج دنیا میں ہر طرف جیلوں کے اندر جا کر دیکھئے تو ساری جیلیں بھری ہوئی ہیں غصے کی وجہ سے کسی نے کہا اُلو دوسرے نے کہا الو کا پٹھہ اتنے میں پتہ چلا کہ فائر ہو گیا گولی چل گئی قتل ہو گیا آج یہ مرض بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، خانقاہوں میں لوگ آتے ہیں لیکن اپنے غصے کا علاج نہیں کرواتے۔

جب کسی کو غصہ آتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو اللہ کے لیے غصہ کر رہا ہوں۔ میں نے اس کو گالی دی، اس کو مارا سب اللہ کی رضا کے لیے کیا۔ شیطان اسے راہِ راست سے بہکاتا رہتا ہے لیکن جب کوئی کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہے اور اس سے علاج کرواتا ہے تو پھر وہ بتاتے ہیں کہ یہ غصہ کس کے لیے آیا تھا اپنے نفس کے لیے آیا تھا یا اللہ کے لیے آیا تھا۔ حضرت علي رضي اللہ عنہ ایک کافر کو گرا کر اس کی پٹائی کر رہے تھے اس نے تھوک دیا تو فوراً اٹھ گئے اور فرمایا کہ اب تک تو میں اللہ کے لیے مار رہا تھا جب اس نے تھوک دیا تو اب مجھے اپنی ذات کے لیے غصہ آگیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا معاف کر دیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تشریف لے جا رہے ہیں تمام مرید کا قافلہ ساتھ ہے ایک عورت نے اپنے کوٹھے کے اوپر سے راکھ ان کے سر پر پھینک دی، مرید

---

[٢١] أخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٩٤١) قال: حدثنا أبو سعد عبد الملك بن محمد الواعظ، وأبو حازم الحافظ، قالا: نا أبو عمرو إسماعيل بن نجيد السلمي، نا أبو عبد الله محمد بن الحسن بن الخليل، نا هشام بن عمار الدمشقي، نا مخيس بن تميم، عن بهز بن حكيم، عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الغضب ليفسد الإيمان كما يفسد الصبر العسل-

ین غصے میں پاگل ہوگئے عرض کیا کہ حضرت اجازت دیجیے اس کمینی، اس کتیا کی چٹیا پکڑ کر اسے دیوار کے ساتھ چپکا دیں فرمایا الحمدللہ! پھر فرمایا کہ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو ایسے ہی رہنا ہوگا۔ مریدین نے کہا کہ الحمدللہ کہنے کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو ایک مصیبت آئی ہے کہ آپ جیسے بزرگ کے سر پر راکھ پھینکی جارہی ہے اور آپ فرمارہے ہیں الحمدللہ تو فرمایا کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر راکھ برسائی گئی ہے۔

ایک بزرگ تہجد کا وقت ہے خادمہ وضو کروا رہی ہے اور لوٹا ہاتھ سے چھوٹ گیا سارا پانی کپڑوں کے اوپر گر گیا اور بہت ہی سخت غصہ آیا۔ اس نالائق نے کیا حرکت کی لیکن جب اس نے دیکھا کہ بہت غصے میں ہیں تو فوراً اس نے آیت پڑھی **وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ** اللہ کے نیک بندے غصے کو پی جاتے ہیں فوراً فرمایا کہ جا میں نے معاف کر دیا آج کل گھر گھر میاں بیوی کی لڑائی ہو رہی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابلیس اپنا تخت روزانہ سمندر کے اوپر بچھاتا ہے[۲۲] اور پورے کرۂ ارض سے شیاطین آکر اپنی اپنی کارگزاری سناتے ہیں اور وہ سنتا رہتا ہے سب کی سنتا ہے کوئی کہتا ہے کہ میں نے اس کی نماز قضا کرادی۔ وہ کہتا ہے کہ جا کم بخت تو نے کچھ نہیں کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے اس کے منہ سے گالی نکلوادی وہ کہتا ہے کہ تو نے بھی کچھ نہیں کیا۔ اتنے میں ایک شیطان آتا ہے کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں پر اتنا غصہ دلایا یہاں تک کہ طلاق تک نوبت آگئی، ابلیس کھڑا ہو جاتا ہے اس کو سینے سے لگاتا ہے، کہتا ہے آجا میرے فرزند ارجمند، تو ہے میرا لائق بیٹا، دوسرے پوچھتے ہیں اس نے کیا کارنامہ انجام دیا؟ ابلیس کہتا ہے کہ کم بختو! تمہیں کیا پتہ اس نے کتنا بڑا کارنامہ

---

[۲۲] أخرجه مسلم فی صحیحه برقم (۲۸۱۳) فی باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه لفتنة الناس... إلخ، قال: حدثنا عثمان بن أبی شیبة، وإسحاق بن إبراهیم، قال إسحاق: أخبرنا وقال عثمان: حدثنا جریر، عن الأعمش، عن أبی سفیان، عن جابر قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: إن عرش إبلیس علی البحر فیبعث سرایاه فیفتنون الناس، فأعظمهم عنده أعظمهم فتنة۔

وأخرجه أحمد فی مسنده برقم (۱۴۵۹۴، ۱۴۸۵۶، ۱۴۹۸۱، ۱۵۱۵۹)، وأبو یعلی فی مسنده برقم (۲۱۵۳)، والطبرانی فی معجمه الأوسط برقم (۴۱۲۷)، وفی مسند الشامیین برقم (۱۰۱۶، ۲۷۴۶)۔

انجام دیا اس نے ایسا درخت لگا دیا ہے کہ جس کی شاخیں دنیا کے کرۂ ارض تک پھیلی ہوئی ہیں چونکہ لڑکی کے رشتہ دار بھی دنیا کے مختلف کونے میں ہوں گے اور لڑکے کے رشتہ دار بھی ہوں گے لڑکی والے اپنی بات بتائیں گے اور اس کو برا بھلا کہیں گے اور لڑکے والے اپنی بات بتائیں گے اور ان کو برا بھلا کہیں گے۔

صحبت اہل اللہ کی تاثیر

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک بڑے میاں تھے حضرت کے پاس جب کوئی غصے کا مریض آتا تھا تو حضرت اس کے پاس بھیج دیتے تھے کہ روزانہ ایک گھنٹہ اس کے پاس بیٹھا کرو۔ اور وہ بڑے میاں اپنے کام میں مصروف رہتے تھے اور کچھ ہی دنوں بعد غصے کے مریض لکھتے تھے کہ حضرت! پتہ نہیں نہ انہوں نے کوئی تقریر کی نہ کچھ کہا میرا غصہ کا مرض جاتا رہا حضرت فرماتے کہ وہ ٹھنڈے مزاج کے ہیں ان کی صحبت کی وجہ سے تمہیں غصے کے مرض سے شفاء ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ حلیم بھی ہیں کریم بھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ حلیم نہ ہوتے تو انسان ایسے ایسے گناہ کرتا ہے کہ زمین اسی وقت پھٹ جاتی اور وہ زمین کے اندر دھنس جاتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت حلیم کی وجہ سے فوراً عذاب نازل نہیں کرتے کہ میرا بندہ ہے توبہ کرلے گا لیکن دو فرشتے ہر وقت مقرر ہیں اور وہ ہر وقت لکھتے رہتے ہیں۔ ہم ان سے نہیں ڈرتے اگر کوئی ساتھی پاس ہو پھر گناہ نہیں کرتے، گناہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں لیکن جو فرشتے ہر وقت ساتھ ہیں کندھوں پر موجود ہیں ان کا خیال ہی نہیں آتا۔ اگر ان کا ہی استحضار رہے تو انسان کبھی گناہ نہ کرے۔

غیبت کے مفاسد اور اس کا علاج

حدیث شریف میں ہے کہ:

اَلْغِیْبَۃُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا [۲۳]

غیبت کا گناہ زنا سے زیادہ شدید ہے تو غیبت کا جب طوفان آئے گا تو ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی؟ ارے غیبت کرنے والا ایسا ہی جیسے اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے والا۔ اور غیبت کرنے والے کا چہرہ بے نور کر دیا جاتا ہے ہر شخص اس کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لہٰذا جس مجلس میں کسی مسلمان کی غیبت ہونے لگے تو اس کو منع کر دو اور اگر منع نہ کر سکو تو خود وہاں سے اٹھ جاؤ اور جس کو غیبت کرنے کی عادت پڑ چکی ہو تو اسے چاہئے کہ جس کی غیبت کرے اسے ندامت کے ساتھ سب بات بتادے اور پھر اس سے معافی مانگے انشاء اللہ اس عمل سے غیبت کی عادت چھوٹ جائے گی۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نوراللہ مرقدہ نے جب مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا تو ساری دنیا کے علماء آپ کی خدمت میں وہاں پہنچتے تھے تو ایک مرتبہ رات کو اٹھ کر حاجی صاحب نے سجدے میں جو سر رکھا تو ساری رات روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں کہ

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سر من پیدا مکن

اے اللہ! کل قیامت کے دن میدان محشر میں امداد اللہ کو لوگوں کے سامنے رسوا نہ فرمانا۔ أُولَٰٓئِكَ آبَآئِي یہ تھی ہمارے اکابر کی شان۔ آج ہر شخص اپنے اپنے عیوب کو جانتا ہے لیکن مانتا نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ جیسا تو مقدس دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا، ذرا ذرا سی بات پر میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے اور آج کل طلاق کو تو ایسا تماشا بنالیا ہے کہ جیسے کہ یہ کوئی کھلونا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے مبغوض ترین لفظ ہے۔

حضرت والد صاحب ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، انتقال

---

[۲۳] تقدم تخریجه فی ص۱۳۵

کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میری بیوی نے سالن میں نمک بہت تیز کر دیا تھا یہاں تک کہ زبان پر بھی نہیں رکھا جاسکتا تھا لیکن میں نے صبر کر کے کھالیا کہ چلو اللہ کی بندی ہے میں نے اس کو معاف کر دیا وہ نیکی میرے کام آگئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے میری بندی کو معاف کیا، جا میں تیرے سارے گناہ معاف کرتا ہوں، یہ عمل اس کی نجات کا ذریعہ ہو گیا۔

صبر کا انعام

حضرت ابو الحسن خراسانی کی بیوی بہت کڑوی مزاج کی تھیں، لیکن ان کی باتوں پر صبر کرنے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اتنا اونچا مقام عطا فرمایا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب جناب ان کے مریدین تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ اب ایک دن ایک صاحب دور دراز کا سفر کر کے ان کے گھر پر آئے اور پوچھا کہ حضرت کے ملاقات کے اوقات کیا ہیں تو اندر سے آواز آئی کون حضرت؟ وہ دن رات میرے ساتھ رہتے ہیں، مجھے پتا ہے کہ وہ کیسے بزرگ ہیں، جب انہوں نے زیادہ اول فول کہا تو خان صاحب کو غصہ آگیا کہ حضرت کی شان میں گستاخی کرتی ہیں، پھر خیال آیا کہ حضرت کی بیوی ہیں، اتنا غصہ نہیں کرنا چاہئے، خیر غصے سے واپس ہوا تو دیکھا کہ حضرت ادھر سے آرہے ہیں شیر پر سوار ہیں، شیر کے اوپر بیٹھ کر آرہے ہیں اور ہاتھ میں کوڑا نہیں ہے سانپ ہے، کوڑے کی جگہ سانپ ہاتھ میں پکڑا ہوا کہ شیر جب کوئی حرکت کرے تو اس کی پٹائی سانپ سے کریں۔ آپ نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا کہ دیکھو میں نے اس کی کڑوی کسیلی سنی تو یہ شیر میرے تابع ہو گیا اور یہ سانپ بھی میرا فرمانبردار ہو گیا کہ اس کا میں نے کوڑا بنا لیا اور شیر جو ایک درندہ ہے چیرنے پھاڑنے کی خصلت ہے لیکن بیوی کی کڑوی کسیلی سننے کے بعد وہ بھی فرماں بردار بن گیا۔

اب ہر انسان یہ سوچے کہ اگر میری بیٹی ایسا کہتی تو میں اپنے داماد سے کیا

چاہتا، یہ سوچ لے تو دماغ صحیح ہو جائے گا اگر داماد نباہ کرلیتا تو میں ہر وقت سجدے میں اس کے لیے دعا کرتا کہ اللہ جزائے خیر دے تجھے تو نے اس جیسی نالائق سے نباہ کرلیا لیکن آج کل فوراً یہ کہتے ہیں کہ جا میں نے تجھے فارغ کردیا تجھے اکیس طلاقیں ہیں اس کے بعد پھر جاتے ہیں مفتیوں کے پاس کہ حضرت ذرا مسئلہ پوچھنا ہے، میں نے طلاق دے دی ہے، مفتی صاحب پوچھتے ہیں کہ کتنی دفعہ دی ہیں، کہتے ہیں کہ زیادہ نہیں صرف اکیس مرتبہ دی ہے تو کہا کہ طلاق تو ہوگئی تو کہا کہ نہیں نہیں میں نے تو غصہ میں دی تھی تو کہا کہ کم بخت کوئی پیار سے بھی طلاق دیتا ہے؟ کہتے ہیں کہ صاحب میں نے تو غصے میں دی تھی غصے میں تو ہر شخص ہی پاگل ہوتا ہے حالانکہ غصہ میں کوئی پاگل نہیں ہوتا۔

حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں غصہ سے پاگل ہو جاتا ہوں حالانکہ غصہ پاگل نہیں ہوتا اس لیے کہ غصہ ہمیشہ کمزوروں پہ آتا ہے آج تک کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ کسی کو محمد علی کلے پر غصہ آگیا اور اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی یا بھولو پہلوان پر غصہ آیا اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی سب کو پتا ہے کہ ایک ہی ہاتھ گھمائے گا تو میں کہاں جاکے گروں گا۔ ایک صاحب تھے ان کا نام رئیس پہلوان تھا، ان سے ایک صاحب ملنے کے لیے آئے اور جب ان سے معانقہ کیا تو پہلوان نے پیٹ اپنا اندر کرلیا اور معانقہ کے بعد جب یکدم اس نے اپنا پیٹ چھوڑا تو وہ صاحب آٹھ فٹ دور جاکر گرے اس نے کہا کہ یہ پیٹ ہے یا لالو کھیت ہے۔

شوہر کے سامنے زبان درازی سے سخت اجتناب کرنا چاہیے

ایک عورت بہت زیادہ زبان کی کڑوی تھی ہر وقت کڑوی کسیلی سناتی تھی، ایک بزرگ کے پاس گئی کہ حضرت! تعویذ دے دیجئے اس لیے کہ شوہر میری پٹائی کرتا ہے، انہوں نے ایک بوتل پانی منگوایا اور دم کرکے دے دیا اور فرمایا کہ جب شوہر گھر میں

داخل ہوا کرے تو تم اس کا ایک گھونٹ منہ میں رکھ لیا کرو۔ اب جناب شوہر کے غصے میں آتے ہی دوڑ کر جا کے پانی دم کیا ہوا منہ میں رکھ لیا، اب شوہر نے دیکھا کہ یہ تو بہت خاموش ہے کچھ نہیں کہہ رہی، چار پانچ دن گذرے تو بہت حیران ہوا اور اس نے کہا بھئی یہ تو بہت شریف ہو گئی۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنا علاج کرا لیا فلاں بزرگ سے اور جا کر اس بزرگ سے کہا کہ حضرت! آپ نے جو پانی دم کر کے دیا تھا اتنا مفید ثابت ہوا کہ اس کے بعد ایک ڈنڈا بھی نہیں لگا بلکہ مرنڈا پینے کو ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب زبان بند رہے گی تو وہ اول فول نہیں بکے گی جب اول فول نہیں بکے گی تو وہ بھی خاموش رہے گا اور ڈنڈا نہیں اٹھائے گا، لہٰذا شوہر کے سامنے زبان درازی سے سخت اجتناب کرنا چاہئے۔

حضرت عائشہ رضي الله عنہا بھی آپ سے روٹھ جاتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے پتا چل جاتا ہے جب تو وَرَبِّ إِبْرَاهِيْمَ کی قسم کھاتی تھی تو میں سمجھ جاتا تھا کہ آج مجھ سے روٹھی ہوئی ہے اور جب وَرَبِّ مُحَمَّدٍ کہتی تھی میں سمجھ جاتا تھا کہ عائشہ مجھ سے خوش ہے۔[۲۴]

عورتوں کو روٹھنے کا حق اللہ نے دیا ہے لیکن آج کل بس ذرا سی کوئی بات ہوئی شیطان نے فوراً وساوس پیدا کئے اور دوری ہوتی چلی گئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضي الله عنہ نے شکایت کی کہ اے ابو بکر! میں نے

---

[۲۴] أخرجه البخارى فى صحيحه برقم (٥٢٢٨) فى باب غيرة النساء ووجدهن، قال: حدثنا عبيد بن إسماعيل، حدثنا أبو أسامة، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنى لأعلم إذا كنت عنى راضية، وإذا كنت على غضبىٰ، قالت: فقلت: من أين تعرف ذلك؟ فقال: أما إذا كنت عنى راضية فإنك تقولين: لا ورب محمد، وإذا كنت غضبىٰ قلت: لا ورب إبراهيم، قالت: قلت: أجل والله يا رسول الله ما أهجر إلا اسمك-

وأخرجه أيضاً برقم (٦٠٧٨) فى باب ما يجوز من الهجران لمن عصى، ومسلم فى صحيحه برقم (٦٤٣٨) فى باب فى فضل عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، وأحمد فى مسنده برقم (٢٤٣٥٣ ، ٢٥٨٢٠)، وابن حبان فى صحيحه برقم (٤٣٣١ ، ٧١١٦)، والنسائى فى سننه الكبرى برقم (٩١١١)، وأبو يعلى فى مسنده برقم (٤٨٩٣-٤٨٩٤)، والبيهقى فى سننه الكبرى برقم (٢٠٣٠٩)، والبخارى فى الأدب المفرد برقم (٤٠٣)، والطبرانى فى معجمه الكبير برقم (١٨٦٤٧-١٨٦٥١)، وابن عساكر فى معجم شيوخه برقم (١٦٣٣، ١٦٨٣)-

عثمان غنی کو سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے عثمان! تم نے جواب کیوں نہیں دیا انہوں نے عرض کیا اے ابو بکر! عمر نے مجھے سلام کب کیا ہے؟ اگر مجھے سلام کرتے تو میں اس کا جواب ضرور دیتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ شیطان نے وسوسہ ڈال دیا ہے [۲۵] بعض وقت آواز ایسی آئی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے مجھے کچھ کہا ہے کئی لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے کچھ کہا مجھ سے؟ میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہا آپ جو گفتگو کر رہے ہیں وہ سن رہا ہوں پھر پوچھا کہ آپ نے کچھ کہا میں نے کہا کہ نہیں۔

بعضوں کو بیماری ہو جاتی ہے وساوس کی، جب خاندان میں ٹینشن اور لڑائی ہو جاتی ہے تو پھر وساوس بڑھتے چلے جاتے ہیں اس لیے کسی ایسے آدمی سے مشورہ کرنا چاہئے جو طبیب بھی ہو، حکمت سے بھی واقف ہو وہ صحیح بات بتائے گا ورنہ اگر حکمت سے واقف نہیں ہوگا تو وہ کہے گا ابھی اس کو اکیس طلاق دو، نکالو اس کو گھر سے، طلاق کا تو آخری درجہ ہے کہ جب میاں بیوی میں بالکل نباہ کی کوئی صورت نہ رہی ہو۔ اب جدھر دیکھو معمولی معمولی بات پر لڑائی جھگڑا، بھائی بھائی سے روٹھا ہوا ہے۔ کل ایک صاحب آئے کہ میری والدہ بھائی سب مجھ سے روٹھے ہوئے ہیں کہ دین پہ کیوں چلتا

---

۲۵ أخرجه أبو يعلى فى مسنده برقم (۱۳۳) قال: حدثنا يحيى بن أيوب، حدثنا إسماعيل بن جعفر، أخبرنى عمرو يعنى ابن أبى عمرو، عن أبى الحويرث، عن محمد بن جبير: أن عمر بن الخطاب مر على عثمان، وهو جالس فى المسجد، فسلم عليه فلم يرد عليه فدخل على أبى بكر فاشتكى ذلك إليه، فقال: مررت على عثمان فسلمت عليه وسلم يرد على، قال: فأين هو؟ قال: هو فى المسجد قاعد، قال: فانطلقنا إليه، فقال له أبو بكر: ما منعك أن ترد على أخيك حين سلم عليك؟ قال: والله ما شعرت أنه سلم، مر بى وأنا أحدث نفسى فلم أشعر أنه سلم، فقال أبو بكر: فماذا تحدثك نفسك؟ قال: خلا بى الشيطان فجعل يلقى فى نفسى أشياء ما أحب أنى تكلمت بها وأن لى ما على الأرض، قلت فى نفسى -حين ألقى الشيطان ذلك فى نفسى-: يا ليتنى سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما الذى ينجينا من هذا الحديث الذى يلقى الشيطان فى أنفسنا؟ فقال أبو بكر: فإنى والله قد اشتكيت ذلك إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وسألته: ما الذى ينجينا من هذا الحديث الذى يلقى الشيطان منه فى أنفسنا؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينجيكم من ذلك أن تقولوا مثل الذى أمرت به عمى عند الموت فلم يفعل-

ہے میں کیا کروں میں نے کہا کہ کچھ نہیں کرو، بس سب کو سلام کرو اور سب کی خیریت پوچھو اور اپنے کام میں لگو، خانقاہ میں آنے سے دین کی طرف آئے، دیندار بن گئے مگر خاندان تو سارا ماڈرن ہے ہم بہت زیادہ ذہنی ٹینشن میں ہیں کہ کیا کریں شادی بیاہ ہے اور وہاں خطرہ ہے کہ وہاں مووی بھی ہو گی اب کیا کریں؟ اس کا بہت آسان طریقہ ہے کہ پہلے ہی مٹھائی لے کر، تحفے لے کر پہنچ جاؤ اور سب سے ملو، سلام کرو، خیریت پوچھو اور واپس آجاؤ، جب کوئی کوئی پوچھے گا کہ فلاں صاحب نہیں آئے تو وہ کہے گا کہ ارے سب سے پہلے تو وہی آئے تھے۔ اب وہ صاحب دوبارہ یہاں آئے اور کہا کہ والد صاحب بھی خوش ہوگئے کہ وہ وقت پر نہیں بلکہ وقت سے پہلے ہی آگیا تھا، بات بن گئی اور کوئی ناراضگی نہیں ہوئی، اس دور میں رشتے کو کاٹنا تو بڑا آسان ہے، رشتے کو جوڑنا بڑا مشکل ہے، لوگوں کو دین کے قریب کرنا چاہئے جہاں منکر ہو وہاں تو نہ جائے لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب منکرات ختم ہوگئے، جب سب چلے گئے تو خیریت پوچھی تو منکرات میں شریک بھی نہیں ہوئے اور اپنا کام بھی کرلیا، یہ فتنوں کا دور ہے جتنا دوسرے رشتے داروں کو لے کر چلوگے اتنا ہی سکون کے ساتھ زندگی گذرے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرمادیا تھا:

إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصِّبْرُ الْعَسَلَ [۲۶]

غصہ ایمان کو ایسا فاسد کرتا ہے کہ جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے، کڑوا کر دیتا ہے۔ لوگوں کی عمر گذر جاتی ہے خانقاہوں میں لیکن غصے کی بیماری نہیں جاتی، یہ بیماری بہت مشکل سے جاتی ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے بعض اساتذہ انیتس سال ہوگئے، ان سے پوچھا کہ آپ نے مجھے کبھی غصے میں دیکھا ہے کہا کہ نہیں آپ کو

---

[۲۶] تقدم تخریجہ فی ص۲۴۴

کبھی غصے میں نہیں دیکھا حالانکہ آپ کا کام تو ایڈمنسٹریٹر کا ہے وہاں تو غصے کے بغیر کام ہی نہیں چلتا لیکن غصہ کرنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا، غصے والا خود بھی مصیبت میں رہتا ہے اور دوسرے بھی مصیبت میں رہتے ہیں، اسے نیند نہیں آتی ہے رات بھر جاگتا رہتا ہے کہ صبح اٹھ کر یہ کروں گا اب جناب وہ لگا ہوا ہے خود بھی مصیبت میں ہے اور دوسرے بھی پریشان ہیں، گھر والے بھی کہتے ہیں کہ یا اللہ! اس کو نیند آجائے یہ سو جائے، چائے میں کچھ ویلیم فائیو ملا کر پلا دیتے ہیں، رات تو سکون سے سو جائے۔ ہاں کفار نے حملہ کر دیا مسلمانوں کے اوپر اب وہاں تواضع جائز نہیں کہ یوں کہے کہ حقیر فقیر بندہ پر تقصیر نہیں وہاں یوں کہنا چاہئے تو سیر ہے تو میں سوا سیر ہوں آجا میرے مقابلے میں هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ ہے کوئی ہے میرے مقابلے میں؟ یہ کہہ کر آگے بڑھے۔

اب جہاں دیکھو شعائرِ اسلام کا مذاق اڑایا جارہا ہے، اسلام کے شعائر کا ہو کوئی مذاق اڑا رہا ہو تو وہاں غصے کا اظہار کرو لیکن آپس میں ذرا ذرا سی بات پر غصہ دکھانا یہ انسانیت کے خلاف ہے، ابلیس نے تھوڑا سا غصہ ہی تو دکھایا تھا، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ابلیس ہمیشہ سے ہی ابلیس تھا، اس کا نام عزازیل تھا، یہ تو فرشتوں میں رہتا ہے لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم آیا تب اس نے کہا میں تو آگ سے پیدا ہوا اور آگ تو اوپر ہوتی ہے اور مٹی نیچے ہوتی ہے اور آگ افضل ہوتی ہے میں کیوں اس کو سجدہ کروں، اللہ کے حکم کا انکار کیا اور مردود ہو گیا، اگر اس کے دل میں بڑائی تکبر نہ ہوتا اور سجدہ کرلیتا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرح آج بھی لوگ اس کا نام ادب سے لیتے لیکن آپ نے کسی سے سنا ہے کہ حضرت اقدس ابلیس صاحب تشریف لا رہے ہیں، ہر شخص لعنت بھیجتا ہے، غصہ، تکبر، بڑائی اس چیز نے ابلیس کو قیامت تک کے لیے خوار کر دیا، ذلیل کر دیا حالانکہ وہ یہ بھی تو سوچ سکتا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تو پیدا تو اللہ ہی نے کیا

اور حکم بھی اللہ ہی دے رہا ہے تو فوراً سجدے میں گر جانا چاہئے تھا، بس مسئلہ حل ہو جاتا۔

اب میاں بیوی کے لڑائی جھگڑے اتنے زیادہ ہو گئے ہیں اور پچھلی باتوں کو چھیڑیں گے تو جتنا کیچڑ میں پتھر ماریں گے تو وہ اور زیادہ پھیلے گا، اگر دونوں طرف سے لڑائی جھگڑے کا دروازہ آج سے بند ہو جائے اور نئ زندگی کا آغاز ہو تو کتنے گھر آباد ہو جائیں۔ روزانہ چار پانچ آدمی آتے ہیں مسجد میں آپس میں غصہ بھی ہو جاتے ہیں میں نے کہا کہ مسئلہ تو ہماری مسجد کا ہے اور لڑ آپ لوگ رہے ہیں تو گھر میں کیا حالت ہوتی ہو گی، گھر تو اکھاڑا بنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

جیلوں میں ننانوے فیصد غصے کے مریض ہیں، جب کراچی کی جیلوں میں جانا ہوا تو میں ایک ایک سے پوچھا کہ کس وجہ سے یہاں پہنچے تو کہا کہ میں نے کسی کو خبیث کہا تو اس نے خبیث کا بچہ کہا تو میں نے غصہ میں آکر خنجر نکالا اور اس کے پیٹ میں مار دیا ، اسے قتل کر دیا اور میں جیل میں آگیا، اب ساری زندگی جیل میں گذار رہا ہوں، پتا نہیں کب ضمانت ہو گی۔ زیادہ تر لوگ اسی غصے کی وجہ سے جیلوں میں پہنچ جاتے ہیں، اپنی زندگی کو عذاب میں ڈال دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے اور در گذر کرنا نصیب ہو جائے۔

اگر طلاق دینے سے پہلے اپنی بہن کا خیال کر لیں، اپنی بیٹی کا خیال کر لیں تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے، کسی کو اپنا بڑا بنا لیں کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے مگر جب طلاق ہو جاتی ہے تو پھر دونوں روتے پھرتے ہیں کہ نہ ان کی شادی ہو رہی ہے نہ ان کی شادی ہو رہی ہے۔ اب سارا دن کہتے ہیں کہ حضرت دعا کیجئے، میں نے کہا کہ دعا کا اثر تو ختم ہو گیا اب کیوں دعا کرواتے ہو، لڑکے والے تو یہ سمجھتے ہیں کہ میرا تو کچھ نہیں جائے گا، لڑکی کی عزت کا مسئلہ ہوتا ہے لیکن لڑکے والے بھی جہاں رشتہ بھیجتے ہیں وہاں سے جواب آتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جس نے پہلی بیوی کو طلاق دی تھی تو لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس لیے آپس میں پیار محبت سے زندگی گذارنی چاہئے

۔ حضرت والد صاحب کا ایک رسالہ ہے "خوشگوار ازدواجی زندگی" وہ پڑھ لیں تو انشاء اللہ سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

عدالت میں ایک محترمہ جج ہیں، وہ ہر مہینے اس کتاب کے سو نسخے منگوا کر اپنے پاس رکھتی ہیں اور جب بھی ان کے پاس کوئی کیس آتا ہے تو لوگوں کو دیتی ہیں اور کہتی ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی نہیں آتا، شوہر جا کر بیوی سے لپٹ کر اس کے منہ میں لڈو کھلاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ہائے میرے سر تاج اور پہلے وہ بد معاش کہتی تھی۔

اپنے غصے کو پی کر بیوی سے پیار سے رہے تو زندگی سدھر جائے گی ورنہ بس یہی ہو گا کہ فلاں نے یہ کہہ دیا اور فلاں نے ایسا کیوں کہا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کہیں سفر فرما رہے تھے تو راستے میں دو آدمی گفتگو کر رہے تھے، ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ میں نے اس کم بخت کو بہت کہا کہ نماز پڑھ نماز پڑھ نماز پڑھ وہ پڑھتا ہی نہیں میں بھی چھوڑ دیا اس نے کہا وہ تو اپنی برائی پر جما رہا اور تم نے اپنی نیکی چھوڑ دی کتنے افسوس کی بات ہے تو زبان قابو میں ہونی چاہئے۔

ایک حدیث پاک ہے:

أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ [۲۷]

اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنے گھر کو وسیع رکھو اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے

---

[۲۷] أخرجه الترمذي في سننه برقم (۲۴۰۶) في باب ما جاء في حفظ اللسان، قال: حدثنا صالح بن عبد الله، حدثنا ابن المبارك، وحدثنا سويد، أخبرنا ابن المبارك، عن يحيي بن أيوب، عن عبيد الله بن زحر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة، عن عقبة بن عامر قال: قلت: يا رسول الله ما النجاة؟ قال: أملك عليك لسانك، وليسعك بيتك، وابك على خطيئتك- (وفي رواية: أمسك عليك لسانك) قال أبو عيسیٰ: هذا حديث حسن-

وأخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (۱۷۳۷۲، ۱۷۴۸۸، ۲۲۲۸۹)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (۱۴۱۶۰، ۱۴۱۶۲)، وفي مسند الشاميين برقم (۲۵۳)، والبغوي في شرح السنة برقم (۴۱۶۸)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (۷۸۳، ۴۵۸۲، ۷۷۲۳)-

روتے رہو، ان شاء اللہ سکون کے ساتھ زندگی گذرے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے۔

تواضع کا انعام اور تکبر کا وبال

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ[۲۸]

جناب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث مختصر سی میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سننے اور سنانے والوں کو ایسی جامع دعا عطا فرمائی کہ پوری امت میں ایسی دعا آپ نے کسی کو نہیں دی ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّي[۲۹]

۲۸ أخرجه أحمد في مسنده برقم (۱۱۷۴۲) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من تواضع لله درجة رفعه الله درجة حتى يجعله في عليين، ومن تكبر على الله درجة وضعه الله درجة حتى يجعله في أسفل السافلين-

وأخرجه أبو يعلى في مسنده برقم (۱۱۰۹)-

وروى الطبراني في معجمه الأوسط برقم (۸۴۹۴) عن عائشة رضي الله عنها قالت: أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بقدح، فيه لبن وعسل، فقال شربتين في شربة وأدمين في قدح، لا حاجة لي به أما أني لا أزعم أنه حرام أكره أن يسألني الله عن فضول الدنيا يوم القيامة أتواضع لله فمن تواضع لله رفعه الله ومن تكبر وضعه الله ومن اقتصد أغناه الله ومن أكثر ذكر الموت أحبه الله-

وروى البيهقي في شعب الإيمان برقم (۷۷۹۰) عن عابس بن ربيعة قال: قال عمر - وهو على المنبر -: يا أيها الناس، تواضعوا فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من تواضع لله رفعه الله، فهو في نفسه صغير، وفي أعين الناس = عظيم، ومن تكبر وضعه الله فهو في أعين الناس صغير، وفي نفسه كبير، حتى لهو أهون عليهم من كلب أو خنزير-

وروى أيضاً برقم (۷۷۹۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تكبر تعظماً وضعه الله، ومن تواضع لله تخشعاً رفعه الله-

وروى أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (۹۱۴) عن أوس بن خولي أنه دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا أوس! من تواضع لله رفعه الله، ومن تكبر وضعه الله-

۲۹ أخرجه الترمذي في سننه برقم (۲۶۵۸) في باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع، قال: حدثنا ابن أبي عمر، حدثنا سفيان، عن عبد الملك بن عمير، عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود، يحدث عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها، فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم: إخلاص العلم لله ومناصحة أئمة

کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ رکھے اس بندے کو جو میری احادیث سنے اور دوسروں کو سنائے اور اس پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ من تواضع للہ جو شخص بھی تواضع اختیار کرے گا، یہاں للّٰہیت شرط ہے ورنہ روئے زمیں پر

بہت سے لوگ تواضع اختیار کرتے ہیں مگر وہ تواضع عند اللہ مقبول نہیں کیوں؟ اس لیے کہ کہیں کسٹم میں پھنس گئے، کہیں پولیس والوں نے پکڑ لیا، کہیں اپنے سے بڑے بدمعاش نے پکڑ لیا اب یہاں اتنی تواضع دکھا رہے کہ مٹتے چلے جا رہے ہیں لہٰذا للّٰہیت شرط ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے تواضع ہو، تو تواضع اختیار کرنا یعنی اپنے مسلمان بھائی کو اپنے سے افضل سمجھنا اور اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھنا اللہ کی رضا کے لیے ہو تو یہ عند اللہ مقبول ہے اور اگر یہ تواضع حاصل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمائیں گے، ومن تکبر اور جو شخص تکبر اختیار کرے گا، اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، وضعه الله اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ذلیل وخوار فرمائیں گے۔

المسلمين ولزوم جماعتهم فإن الدعوة تحيط من ورائهم-

هذا الحديث مروى باختلاف الألفاظ عن عبد الله بن مسعود، وأنس بن مالك، وجبير بن مطعم، وعمير بن قتادة، وأبي قرصافة، وجابر، وسعد بن أبي وقاص، وأبي سعيد الخدرى، وربيعة بن عثمان رضى الله عنهم أجمعين-

أما حديث عبد الله بن مسعود رضى الله فأخرجه الترمذى الذى ذكر آنفاً، والحميدى فى مسنده برقم (٩٤)، والشاشى فى مسنده برقم (٢٧٧)، وأما حديث أنس بن مالك رضى الله عنه فأخرجه ابن ماجه فى سننه برقم (٢٣٦) فى باب من بلغ علماً، وأما حديث جبير بن مطعم رضى الله عنه فأخرجه أحمد فى مسنده برقم (١٦٧٨٤، ١٦٨٠٠)، وأبو يعلى فى مسنده برقم (٧٤١٣)، والحاكم فى المستدرك برقم (٢٩٤-٢٩٥)، والطبرانى فى معجمه الكبير برقم (١٥٢٤)، والدارمى فى سننه برقم (٢٢٨)، والطحاوى فى شرح مشكل الآثار برقم (١٦٠١)- وأما حديث عمير بن قتادة رضى الله عنه فأخرجه الطبرانى فى معجمه الكبير برقم (١٣٥٤٦)، وأما حديث أبي قرصافة رضى الله عنه فأخرجه الطبرانى فى معجمه الأوسط برقم (٣٠٤٢)، وفى معجمه الصغير برقم (٣٠٠)، وابن عساكر فى معجم شيوخه برقم (٢٥٠)- وأما حديث جابر رضى الله عنه فأخرجه الطبرانى فى معجمه الأوسط برقم (٥٢٩٢)- وأما حديث سعد بن أبي وقاص رضى الله عنه فأخرجه الطبرانى فى معجمه الأوسط برقم (٧٠٠٦)- وأما حديث أبي سعيد الخدرى رضى الله عنه فأخرجه الطبرانى فى مسند الشاميين برقم (١٣٠٦)- وأما حديث ربيعة بن عثمان رضى الله عنه فأخرجه أبو نعيم الأصبهانى فى معجم الصحابة برقم (٢٤٤٢)-

مناقب حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ایک طرف حضرت جبرئیل امین بیٹھے ہوئے، آپس میں گفتگو ہو رہی ہے، کسی بات پر مشورہ ہو رہا ہے، اتنے میں ایک صحابی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب سے گذرے، حضرت جبرئیل نے چہرہ اٹھا کے دیکھا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْ ذَرٍّ یہ صحابی جو گذرے ہیں یہ ابو ذر ہیں۔ ابو ذر ان کی کنیت تھی، یہ عجیب صحابی تھے، ان سے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غِفَارُ غَفَرَهُ اللّٰهُ[۳۰] اللہ تعالیٰ ان کے پورے قبیلے

---

۳۰ أخرجه البخاری فی صحیحه برقم (۱۰۰۶) فی باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم اجعلها علیهم سنین کسنی یوسف، قال: حدثنا قتیبة، حدثنا مغیرة بن عبد الرحمن، عن أبی الزناد، عن الأعرج، عن أبی هریرة أن النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا رفع رأسه من الرکعة الآخرة، یقول: اللهم أنج عیاش بن أبی ربیعة، اللهم أنج سلمة بن هشام، اللهم أنج الولید بن الولید، اللهم أنج المستضعفین من المؤمنین، اللهم اشدد وطأتك علی مضر، اللهم اجعلها سنین کسنی یوسف، وأن النبی صلی الله علیه وسلم قال: غفار غفر الله لها، وأسلم سالمها الله، قال ابن أبی الزناد عن أبیه: هذا کله فی الصبح۔

هذا الحدیث مروی عن أبی هریرة، وعبد الله بن عمر، وخفاف بن إیماء الغفاری، وأبی ذر الغفاري، وجابر، وسلمة بن الأکوع، وأبی برزة، وسمرة بن جندب، وابن سندر، وعبد الله بن عباس، وخوات بن جبیر، وعمر بن یزید الکعبی رضی الله عنهم أجمعین۔

أما حدیث أبی هریرة رضی الله عنه فأخرجه البخاری فی صحیحه برقم (۳۵۱۴) فی باب (بلا ترجمة)، ومسلم فی صحیحه برقم (۶۵۹۳)، وأحمد فی مسنده برقم (۹۴۰۴، ۱۰۰۶۶)، والبزار فی مسنده برقم (۸۱۳۹، ۹۸۳۱)، والطیالسی فی مسنده برقم (۲۶۰۵)، وأبو یعلی فی مسنده برقم (۶۳۲۹)، والحاکم فی المستدرك برقم (۶۹۸۱)، وأبو بکر الدینوری فی المجالسة برقم (۳۱۵۳)، وابن الجعد فی مسنده برقم (۱۱۳۸)، والطبرانی فی مسند الشامیین برقم (۳۲۶۹)۔ وأما حدیث عبد الله بن عمر رضی الله عنهما فأخرجه البخاری فی صحیحه برقم (۳۵۱۳) فی باب (بلا ترجمة)، ومسلم فی صحیحه برقم (۶۵۹۵)، والترمذی فی سننه برقم (۳۹۴۱، ۳۹۴۸)، وأحمد فی مسنده برقم (۴۷۰۲، ۵۱۰۸، ۵۲۶۱، ۵۸۵۸، ۵۹۶۹، ۵۹۸۱، ۶۰۴۰، ۶۰۹۲، ۶۱۷۳، ۶۱۹۸، ۶۴۰۹، ۶۴۱۰)، وابن حبان فی صحیحه برقم (۶۸۹۷)، والبزار فی مسنده برقم (۵۶۱۳-۵۶۱۴، ۶۱۱۶)، والطیالسی فی مسنده برقم (۱۹۶۵، ۲۰۲۷، ۲۰۶۵)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (۲۶۵)، وفی معجمه الأوسط برقم (۱۱۵۲)، والدارمی فی سننه برقم (۲۵۲۵)، والبغوی فی شرح السنة برقم (۳۸۵۱)، وابن الأعرابی فی معجمه برقم (۳۸۶)، وأبو نعیم الأصبهانی فی معرفة الصحابة برقم (۳۸۵۷)۔ وأما حدیث خفاف بن إیماء الغفاری فأخرجه مسلم فی صحیحه برقم (۱۵۸۹-۱۵۹۰، ۶۵۹۴)، وأحمد فی مسنده برقم (۱۶۶۱۹-۱۶۶۲۰)، وابن حبان فی صحیحه برقم (۱۹۸۴)، وأبو یعلی فی مسنده برقم (۹۰۹)، وأبو القاسم البغوی فی معجم الصحابة

غفار کی مغفرت فرمادے پھر ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب بات ارشاد فرمائی

أُمِرْتُ اَنْ أُحِبَّ بِاَرْبَعٍ

مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے

وَاَخْبَرَنِی اللّٰهُ اَنْ یُّحِبَّهُ

اور اللہ نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں ، صحابہ کرام نے سوال کیا کہ مَنْ اُمِرَ بِهٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول! وہ کون چار اشخاص اللہ کے پیارے ہیں کہ اللہ کے نبی کو ان سے پیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور

برقم (٦١٩)، والبیهقی فی سننه الکبری برقم (٣٢٢٣، ٣٢٥٥، ٣٤٥١)، وأبو عوانة فی مستخرجه برقم (١٧٣٦-١٧٣٨)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (٤٠٥٩-٤٠٦٠، ٤٠٦٣)، والطبری فی تهذیب الآثار برقم (٢٦١٢-٢٦١٤)، والطحاوی فی شرح معانی الآثار برقم (١٤٤٧)، وابن أبی شیبة فی مصنفه برقم (١٢٥، ٧٣١٥٠، ٣٣١٥٠)، وأبو نعیم الأصبهانی فی معرفة الصحابة برقم (١٤٨٠، ٢٢٦٢-٢٢٦٣)- وأما حدیث أبی ذر رضی الله عنه فأخرجه مسلم فی صحیحه برقم (٦٥١٣، ٦٥٨٥-٦٥٨٦)، وأحمد بن حنبل فی مسنده برقم (٢١٥٦٥، ٢١٥٧٥)، وابن حبان فی صحیحه برقم (١٣٣٧)، والبزار فی مسنده برقم (٣٩٤٨)، والطیالسی فی مسنده برقم (٤٦٠)، والحاکم فی المستدرك برقم

(٥٤٥٧)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (٢٧٧)، وفی معجمه الأوسط برقم (٦٠، ٣٠٥١)، والدارمی فی سننه برقم (٢٥٢٤)، وابن أبی شیبة فی مصنفه برقم (٣٧٧٥٣)، وأبو نعیم الأصبهانی فی معرفة الصحابة برقم (١٤٧٣)- وأما حدیث جابر رضی الله عنه فأخرجه مسلم فی صحیحه برقم (٦٥٩٢)، وأحمد فی مسنده برقم (١٤٧٥٦، ١٥١٥٣)، والطیالسی فی مسنده برقم (١٨٧٥)- وأما حدیث سلمة بن الأکوع فأخرجه أحمد فی مسنده برقم (١٦٥٦٥)، والحاکم فی المستدرك برقم (٦٩٨٢)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (٦١٣٢)، والرویانی فی مسنده برقم (١١٧٢، ١٣٢٨)- وأما حدیث أبی برزة رضی الله عنه فأخرجه أحمد فی مسنده برقم (١٩٧٨٩، ١٩٨١٩)، والبزار فی مسنده برقم (٣٨٥٤، ٤٥٠٤)، والطیالسی فی مسنده برقم (٩٦٧، ١٠٤٠)، وأبو یعلی فی مسنده برقم (٧٤٣٨)- وأما حدیث سمرة بن جندب رضی الله عنه فأخرجه البزار فی مسنده برقم (٤٦٥٧)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (٦٩٥٢)- وأما حدیث ابن سندر رضی الله عنه فأخرجه أبو القاسم البغوی فی معجم الصحابة برقم (١٧١٧)، وأبو نعیم الأصبهانی فی معرفة الصحابة برقم (٣٧٤٤، ٤٧١٧، ٦٠٩١، ٦٤٥٣)، وأما حدیث عبد الله بن عباس رضی الله عنهما فأخرجه الطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (١١٧٤٣)- وأما حدیث خوات بن جبیر رضی الله عنه فأخرجه الطبری فی تهذیب الآثار برقم (٢٦١١)- وأما حدیث أبا قرصافة رضی الله عنه فأخرجه الطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (٢٤٥٤)- وأما حدیث عمر بن یزید الکعبی رضی الله عنه فأخرجه أبو نعیم الأصبهانی فی معرفة الصحابة برقم (٤٣٦٨)-

اللہ بھی ان سے پیار فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ علی ان میں سے ہیں، مقداد بن اسود ان میں سے ہیں، ابوذر غفاری ان میں سے ہیں اور سلمان فارسی ان میں سے ہیں۔[۳۱] ان میں ایک عرب اور تین عجمی ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں عصبیت کا وجود ہی نہیں ہے، جس کے دل میں عصبیت ہے وہ اپنے ایمان کی خیر منائے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان صحابہ سے محبت کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور خود بھی ان سے محبت فرمارہے ہیں۔

تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کررہے ہیں کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْذَرٍّ یہ صحابی جو گذر رہا ہے اس کا نام ابوذر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا، ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل تم تو فرشتوں میں رہتے ہو، آسمانوں میں رہتے ہو اور میرا یہ صحابی تو مدینہ کا رہنے والا ہے أَوَتَعْرِفُہٗ؟ کیا واقعی تم اس کو پہچانتے ہو۔؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ اَشْھَرُ عِنْدَنَا مِنْ شُھْرَۃِ عِنْدَکُمْ فِی الْمَدِیْنَۃِ ابو ذر غفاری کو صرف اہل مدینہ ہی نہیں پہچانتے بلکہ ان کا چرچا تو فرشتوں میں بھی ہے، اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہاء خوشی ہوئی۔

جب استاد کا شاگرد ہونہار ہو، اچھے نمبر سے پاس ہوتا ہو تو استاد کو خوشی ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہاء خوشی ہوئی کہ میرے اصحاب ایسے بھی ہے کہ جن کا چرچا آسمانوں میں، فرشتوں میں ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا

---

۳۱ أخرجه الترمذي فی سننه برقم (۳۷۱۸) فی باب (بلا ترجمة) قال: حدثنا إسماعيل بن موسى الفزاری ابن بنت السدی، حدثنا شريك، عن أبی ربيعة، عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أمرنی بحب أربعة، وأخبرنی أنه يحبهم قيل: يا رسول الله! سمهم لنا قال: علی منهم، يقول ذلك ثلاثاً وأبوذر والمقداد وسلمان أمرنی بحبهم وأخبرنی أنه يحبهم-قال: هذا حديث حسن لا نعرفه إلا من حديث شريك-

وروی أبويعلی فی مسنده برقم (۶۷۷۲) عن أبی جعفر محمد بن علی، عن أبيه عن جده مثله-

ورواه الذهبی فی ''سير أعلام النبلاء'' (۶۱/۲) بلفظ ''أمرت بحب أربعة، وأخبرنی الله أنه يحبهم''-

كَيْفَ نَالَ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةَ؟ اسے یہ فضیلت کیسے حاصل ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا کہ دو وجہ سے لِصِغْرِهٖ فِیْ نَفْسِهٖ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا گویا کہ تواضع کی حقیقت ان کو حاصل ہو گئی اور دوسری وجہ سورۂ اخلاص کی بکثرت تلاوت کرتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے اس واقعہ کو اپنی تفسیر رازی میں سورئہ اخلاص کے ذیل میں لکھا ہے جسے میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔[۳۲]

انہیں تو تواضع کی حقیقت حاصل تھی لیکن آج کل تو لوگ اپنی زبان سے تواضع کرتے ہیں، ایک صاحب تقریر کیا کرتے تھے اور خود کو بہت حقیر فقیر پر تقصیر کہا کرتے تھے، ایک بڑے میاں نے کہا کہ ارے تم زیادہ تواضع نہ کیا کر میں تجھے جانتا ہوں بچپن سے اب تو زیادہ تواضع جھاڑ رہا ہے تو اس نے ڈنڈا لے کر بڑے میاں کو دوڑا دیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ تو ابھی اپنی زبان سے بڑی تواضع دکھا رہے تھے تو اس نے کہا کہ میں اپنی زبان سے تواضع دکھا رہا تھا انہوں نے کیسے میری تواضع پر زبان کھولی۔ معلوم ہوا کہ اپنی زبان سے تواضع اختیار کرنا تو بڑا آسان ہے لیکن اصل میں صحابہ کرام سے تواضع سیکھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجنون کہا جا رہا ہے، پاگل کہا جا رہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انتقام نہیں لیا۔ آج ہم کو کوئی کہہ دیتا ہے کہ وہ ڈاڑھی والا جا رہا ہے، وہ ملا جا رہا ہے تو ہم کتنا غصہ ہو جاتے ہیں، ارے بھئی یہ تو صحابہ کی سنت ہے، قوت برداشت ہونی چاہیئے، تواضع کی حقیقت جب تک سینے میں نہیں اترے گی اس وقت تک کام نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوذر غفاری کو اتنا اونچا مرتبہ اسی تواضع کی برکت سے عطا فرمایا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے ہجرت کرلی، مدینہ چھوڑ دیا اور وہاں سے ساٹھ ستر کلومیٹر دور ایک بستی ہے وہاں جا کر سکونت اختیار کرلی،

[۳۲] قال الرازی فی تفسیرہ ''مفاتیح الغیب'': وروی أنه كان جبریل علیه السلام مع الرسول علیه الصلاة والسلام إذ أقبل أبو ذر الغفاری، فقال جبریل: هذا أبو ذر قد أقبل، فقال علیه الصلاة والسلام: أوتعرفونه؟ قال: هو أشهر عندنا منه عندكم، فقال علیه الصلاة والسلام: بماذا نال هذه الفضیلة؟ قال: لصغره فی نفسه وكثرة قراءته قل هو الله أحد--

ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہیں ہورہی تھی، جب مؤذن أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتا تھا تو صحابہ کرام کی نظریں خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گھوم جاتی تھیں کہ یہاں اللہ کے رسول تشریف فرماہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جن صحابہ میں عشق کا مادہ زیادہ تھا وہ برداشت نہیں کرسکے اور مدینہ ہجرت کرکے دور چلے گئے۔

تو جب حضرت ابوذر غفاری کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ میرا سفر آخرت شروع ہونے والا ہے، تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے رب سے ملاقات کرنے والا ہوں تو اہلیہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ کیوں روتی ہو؟ کہا اس چھوٹی سی بستی میں تمہارا انتقال ہورہاہے تمہارا جنازہ کون پڑھائے گا؟ تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ غسل کون دے گا؟ تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ فَوَالَّذِیْ بِیَدِہٖ نَفْسِیْ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوذر غفاری کی جان ہے، ہم چند صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے میرا ایک صحابی ایسا ہے کہ جس کا انتقال جنگل میں ہوگا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت آکر اس کی نمازِ جنازہ ادا کرے گی، خدا کی قسم وہ سب کے سب صحابی کسی نہ کسی بستی میں انتقال کرگئے میں آخری بچا ہو لہٰذا یہاں ضرور صحابہ کی جماعت آئے گی۔ اہلیہ نے کہا کہ آپ کیسی باتیں کررہے ہیں، یہ حج کا موسم بھی نہیں ہے کہ حجاج کرام یہاں سے گذریں گے اور رمضان کا مہینہ بھی نہیں ہے کہ عمرہ کرنے والے یہاں سے گذریں، فرمایا کہ مخبرِ صادق کا قول سو فیصد صحیح ہے، آپ صادق المصدوق ہیں، آپ کی زبان مبارک سے جو نکل گیا وہ ہو کر رہے گا، پھر فرمایا کہ إِذَا مِتُّ جب میرا انتقال ہوجائے فَاغْسِلَانِیْ وَاکْفِنَانِیْ مجھے غسل دینا اور کفن پہنانا وَاذْھَبَا بِیْ بِطَرِیْقَةِ الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ اور کوفہ سے مدینہ جانے والے راستہ پر مجھے لے جاکر رکھ دینا اور پھر دیکھنا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سچاہے کہ نہیں پھر انہوں نے دیکھا کہ گھر میں ایک بکری بندھی ہوئی ہے، فرمایا کہ

اس کو ذبح کر دو، جب صحابہ کرام کی جماعت آئے گی تو ان کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارے بھائی دنیا سے تشریف لے گئے لیکن تمہاری دعوت کر کے گئے۔ بتایئے! آخرت کا سفر ہو رہا ہے اور صحابہ کرام کی دعوت کرتے ہوئے جا رہے ہیں، اب انتقال کے بعد اہلیہ اور ایک خادمہ نے چارپائی پر لاش رکھ کر راستے میں رکھ دی اور خود چادر لپیٹے ہوئے بار بار اس راستے کی طرف نظر کر رہی ہیں جو کوفے کی طرف سے آتا ہے، اس زمانے میں پکی سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں، کچی سڑکیں تھیں، ان پر سے گرد و غبار اڑتا ہوا دور سے دکھائی دیتا تھا اچانک انہوں نے دیکھا کہ گرد و غبار اڑتا ہوا قریب آرہا ہے تو سمجھ گئیں کہ کوئی قافلہ آرہا ہے، فرماتی ہیں کہ جیسے ہی وہ قافلہ قریب آیا اِطَّلَعَ رَهْطٌ اس میں سے ایک گروہ ظاہر ہوا فَإِذَا هُوَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیس صحابہ کرام کے ساتھ بحالتِ احرام گذر رہے تھے کہ یہاں سے مکۃ المکرمہ جائیں گے اور وہاں جا کر عمرہ کر کے پھر مدینے آجائیں گے، راستے میں دیکھا کہ چادر میں لپٹی ہوئی پردے میں ایک عورت کھڑی ہوئی ہے اور ایک لاش رکھی ہوئی ہے تو ان کے منہ سے نکلا مَا هٰذَا مَا هٰذَا یہ کیا ماجرا ہے یہ لاش کیسے رکھی ہوئی ہے؟ تو اہلیہ نے وہیں پردے سے آواز دی هٰذَا أَبُوْ ذَرٍّ یہ تمہارے پیارے بھائی ابوذر غفاری کا جنازہ ہے۔ بس ابوذر غفاری رضي اللہ عنہ کا نام سنتے ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضي اللہ عنہ پر کیفیت طاری ہو گئی فَهَلَّلَ پس وہیں پر کلمہ پڑھا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور سواری سے اتر کر لاش سے لپٹ کر رونے لگے اور فرمایا صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اے ابوذر غفاری مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ارشاد فرمایا تھا کہ أَنْتَ تَمُوْتُ وَحْدَهٗ وَتُبْعَثُ وَحْدَهٗ کہ تمہارا انتقال بھی تنہا ہو گا اور تنہا ہی اٹھائے جاؤ گے۔ آج ہم لوگ کتنی احادیث سنتے ہیں مگر کیا اتنا یقین پیدا ہوتا ہے؟ کیوں؟ اس لیے کہ اہل یقین کی صحبت نہیں ہے۔ لیکن حضرت ابوذر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پر کامل یقین تھا کہ آج صحابہ کرام کی ایک جماعت ضرور آئے گی، اور وہ آئی اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی اور تدفین کی،

اس کے بعد ان کی اہلیہ نے کہا کہ کھانا تیار ہے، آپ کے بھائی ابوذر انتقال سے قبل دعوت کر کے گئے تھے کہ کھانا پکا کے تیار رکھو جب صحابہ کرام کی جماعت آئے گی ان کی دعوت کرنا۔ بعد میں یہ لوگ وہاں سے مکہ مکرمہ اور پھر مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں جا کر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضي الله عنه کو اطلاع دی کہ ہمارے بھائی ابوذر غفاری ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔[۳۳]

اللہ تعالیٰ ہمارے نامہ اعمال کو دیکھ کر کچھ سوال نہ فرمائیں اور ارشاد فرمائیں کہ جاؤ جنت میں تب ہے خوشی کا مقام۔

قیامت کے دن آسان حساب کی دعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی ہے

---

۳۳ أخرجه الحاكم في المستدرك برقم (۴۳۷۳) قال: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا أحمد بن عبد الجبار، ثنا يونس بن بكير، عن ابن إسحاق، قال: حدثني يزيد بن سفيان، عن محمد بن كعب القرظي، عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: لما سار رسول الله صلى الله إلى تبوك جعل لا يزال يتخلف الرجل فيقولون: يا رسول الله! تخلف فلان، فيقول: دعوه إن يك فيه خير فسيلحقه الله بكم وإن يك غير ذلك فقد أراحكم الله منه حتى قيل: يا رسول الله تخلف أبو ذر، وأبطأ به بعيره فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: دعوه إن يك فيه خير فسيلحقه الله بكم وإن يك غير ذلك فقد أراحكم الله منه فتلوم أبو ذر رضي الله عنه على بعيره فأبطأ عليه فلما أبطأ عليه أخذ متاعه فجعله على ظهره فخرج يتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم ماشياً، ونزل رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض منازله، ونظر ناظر من المسلمين، فقال: يا رسول الله هذا رجل يمشي على الطريق فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كن أبا ذر فلما تأمله القوم قالوا: يا رسول الله هو والله أبو ذر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحم الله أبا ذر، يمشي وحده، ويموت وحده، ويبعث وحده، فضرب الدهر من ضربته وسير أبو ذر إلى الربذة، فلما حضره الموت أوصى امرأته وغلامه إذا مت فاغسلاني وكفناني ثم احملاني فضعاني على قارعة الطريق فأول ركب يمرون بكم فقولوا: هذا أبو ذر فلما مات فعلوا به كذلك فاطلع ركب فما علموا به حتى كادت ركائبهم تطأ سريره فإذا ابن مسعود في رهط من أهل الكوفة، فقالوا: ما هذا؟ فقيل: جنازة أبي ذر، فاستهل ابن مسعود رضي الله عنه يبكي، فقال: صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم يرحم الله أبا ذر يمشي وحده ويموت وحده ويبعث وحده فنزل فوليه بنفسه حتى أجنه فلما قدموا المدينة ذكر لعثمان قول عبد الله وما ولي منه۔

اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَّسِیْرًا[۳۴]

اے اللہ! کل قیامت کے دن ہمارا آسان حساب لیجئے۔ حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا سوال کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آسان حساب کا مطلب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اعمال نامے کو دیکھیں اور کچھ سوال نہ فرمائیں اور ارشاد فرمائیں کہ جاؤ جنت میں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ یہی معاملہ فرمائیں۔ اس لیے کہ **مَنْ نُّوْقِشَ عُذِّبَ**[۳۵]

جس سے مناقشہ ہوگا، سوال جواب ہوگا اس کو ضرور عذاب دیا جائے گا۔ ہم دنیا میں تو جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں لیکن وہاں نہیں بچ سکتے، وہاں تو ہاتھ بھی گواہی دے گا، زبان بھی گواہی دے گی، آنکھ بھی گواہی دے گی، جن جن اعضاء کو ہم نے خوش کرنے کے لیے گناہ کئے تھے وہی ہماری مخالفت میں بولیں گے، ہمارے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ اس لیے وہاں تو جھوٹ بول کر بچ ہی نہیں سکتے۔ اس لیے یہ دعا کثرت سے مانگو **اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَّسِیْرًا** اور کبھی دو رکعات پڑھ کر، گڑگڑا کر، آنسو بہا کر اللہ سے گناہوں کی معافی بھی مانگا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا

۳۴ـ أخرجه أحمد بن حنبل فی مسنده برقم (۲۴۲۶۱) قال: ثنا إسماعيل، ثنا محمد بن إسحاق، قال: حدثنی عبد الواحد بن حمزة بن عبد الله بن الزبير، عن عباد بن عبد الله بن الزبير عن عائشة قالت: سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يقول فی بعض صلاته: اللهم حاسبنی حساباً يسيراً، فلما انصرف قلت: يا نبی الله ما الحساب اليسير؟ قال: أن ينظر فی كتابه فيتجاوز عنه أنه من نوقش الحساب يومئذ يا عائشة هلك وكل ما يصيب المؤمن يكفر الله عز وجل به عنه حتی الشوكة تشوكه- (وفی رواية: من حوسب عذب)- وأخرجه ابن خزيمة فی صحيحه برقم (۸۴۹)، وابن حبان فی صحيحه برقم (۷۳۷۲)، والحاكم فی المستدرك برقم (۱۹۰، ۹۳۶، ۷۶۳۲، ، ۸۷۲۷-۸۷۶۸)، والطبرانی فی معجمه الأوسط برقم (۳۶۴۹)، والبيهقی فی شعب الإيمان برقم (۲۶۵-۲۶۶)، وإسحاق بن راهويه فی مسنده برقم (۹۰۹) والبخاری فی صحيحه برقم (۱۰۳، ۶۵۳۶-۶۵۳۷)، ومسلم فی صحيحه برقم (۷۴۰۶)، وأبو داود فی سننه برقم (۳۰۹۵)، وأحمد فی مسنده برقم (۲۴۲۴۶، ۲۴۲۴۹، ۲۵۰۰۲)، والبزار فی مسنده برقم (۱۹۹)، والنسائی فی سننه الكبری برقم (۱۱۵۵۵، ۱۱۵۹۵)، والبغوی فی شرح السنة برقم (۴۳۱۹، وإسحاق بن راهويه فی مسنده برقم (۱۲۴۹)، وابن أبی شيبة فی مصنفه برقم (۳۵۵۴۰)، وابن عساكر فی معجم شيوخه برقم (۹۸۱)-

۳۵ـ انظر التخريج السابق--

فرمارہے ہیں

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ [۳۶]

اے اللہ! میں آپ سے ایسی آنکھوں کا سوال کرتا ہوں جو موسلا دھار برسنے والی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے سردار اور بخشے بخشائے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ سے ایسی آنکھوں کا سوال کرتا ہوں

جو موسلا دھار برسنے والی ہوں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دریغا اشکِ من دریا بودے
تا نثارِ دلبرے زیبا شدے

اے کاش کہ میرے آنسو دریا ہو جاتے اور میں اپنے محبوب حقیقی پر اسے نچھاور کر دیتا۔ ہمارے اکابر کی شان کیا تھی، حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو رکعات طواف کرنے کے بعد سجدے میں جو سر رکھا تو ساری رات روتے رہے، ہچکیاں بندھی ہوئی تھی اور سننے والوں کا کلیجہ پھٹا جارہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سرِ من پیدا مکن

اے اللہ کل قیامت کے دن میدان محشر میں لوگوں کے سامنے امداد اللہ کو رسوانہ فرمایئے گا کیا شان تھی! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کو اصلاح کے لیے ڈانٹتا تو ہوں لیکن تکبر اور بڑائی قریب بھی نہیں آتی اس لیے کہ ایک

---

[۳۶] تقدم تخریجہ فی ص ۱۲۸

غم ہے جو اندر سے کھا رہا ہے کہ نجانے کل قیامت کے دن اشرف علی کا کیا حال ہو گا، **أُولَٰئِكَ آبَآئِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ** یہ تھے ہمارے باپ دادا، اور آج ہماری کیا کیفیت ہے کہ اگر رات کو نیند نہیں آئی اور اٹھ کر دو رکعات تہجد پڑھ لی تو خود کو حضرت جنید بغدادی سمجھنے لگتے ہیں لیکن اللہ والوں کی شان دیکھئے **مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ** جو شخص تواضع اختیار کرے گا اللہ کے لیے **رَفَعَهُ اللّٰهُ** اللہ اس کو بلندی عطا فرمائیں گے **وَمَنْ تَكَبَّرَ** اور جو تکبر اختیار کرے گا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ذلیل وخوار فرمائیں گے۔ [۳۷]

تکبر کی تعریف کیا ہے؟ **بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ** لوگ سمجھتے ہیں کہ تکبر کس چیز کا نام ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اچھا کپڑا پہنیں، اچھا جوتا استعمال کریں، اچھا لباس استعمال کریں، ارشاد فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے، تکبر ہے **بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ** حق بات کو قبول نہ کرنا، [۳۸]

۳۷ـ تقدم تخريجه في ص۲۶۱-

۳۸ـ أخرجه مسلم في صحيحه برقم (۲۷۵) في باب تحريم الكبر وبيانه، قال: وحدثنا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار وإبراهيم بن دينار جميعاً، عن يحيى بن حماد - قال ابن المثنى: حدثني يحيى بن حماد - أخبرنا شعبة، عن أبان بن تغلب، عن فضيل الفقيمي، عن إبراهيم النخعي، عن علقمة، عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر، قال رجل: إن الرجل يحب أن يكون ثوبه حسناً ونعله حسنة، قال: إن الله جميل يحب الجمال، الكبر بطر الحق وغمط الناس- وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (۲۷۶)، وأبو داود في سننه برقم، (۴۰۹۳)، والترمذي في سننه برقم (۱۹۹۸)، وابن ماجه في سننه برقم (۵۹، ۴۱۷۳)، وأخرجه أحمد في مسنده برقم (۴۰۵۸، ۴۳۱۰)، وابن حبان في صحيحه برقم (۲۲۴)، والبزار في مسنده برقم (۱۵۱۲، ۱۵۸۴)، وأبو يعلى في مسنده برقم (۵۰۶۵-۵۰۶۶، ۵۲۸۹، ۵۳۳۰)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (۸۰۳)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (۹۹۲۲، ۹۸۵۸، ۱۰۳۸۲)، وأبو بكر الدينوري في المجالسة برقم (۷۶۸)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (۵۵۵۱)، والشاشي في مسنده برقم (۳۲۶-۳۲۸، ۸۷۸)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (۲۷۱۱۰، ۲۷۱۱۲)، وابن الأعرأبي في معجمه برقم (۳۲۶)-

وروى أبو داود في سننه برقم (۴۰۹۴) في باب ما جاء في الكبر، والبخاري في الأدب المفرد برقم (۵۵۶)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (۵۷۸۳)، عن أبي هريرة رضي الله عنه مثله- وروى عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما مثله- أخرجه أحمد في مسنده برقم (۶۵۲۶، ۷۰۱۵)، وأبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (۱۴۷۷)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (۸۰۵)، والطبراني في مسند الشاميين برقم (۶۲)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (۳۸۸۹)-

کسی عالم نے مسئلہ بتایا تو کہا کہ میں تو اس کو مانتا ہی نہیں، یہ میری تو عقل میں نہیں آتا، سمجھ میں نہیں آتا **وَغَمَطُ النَّاسِ** اور لوگوں کو حقیر سمجھنا، ایک آدمی ایک ہزار روپے میٹر والا کپڑا استعمال کرتا ہے لیکن دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتا اس کے لیے یہ پہننا جائز ہے اور ایک آدمی بیس روپے میٹر والا کپڑا پہن کر دوسروں کی طرف دیکھتا ہے کہ اوہو یہ تو بہت ہی گھٹیا کپڑا پہنے ہوئے ہے اس کے لیے بیس روپے والا پہننا بھی ناجائز ہے۔

اہل اللہ کی صحبت میں جب آخرت کا یقین ہو جاتا ہے جنت اور دوزخ کا یقین ہو جاتا ہے تب اپنی آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے پھر یہ برائی دل سے خود بخود نکل جاتی ہے۔ بڑے بڑے اکابر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی، کتنے بڑے عالم تھے، اس زمانے میں پوری دنیا میں ان کے علم کا غلغلہ تھا لیکن جب یہ شروع میں حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو حکیم الامت نے انہیں چالیس دن وضو خانے کی نالیاں صاف کرنے پر لگا دیا کہ یہ بڑے عالم ہیں اس لیے ان کو پہلے نفس کو مٹانا پڑے گا۔

وروی عن عبد الله بن عباس رضی الله عنه مثله- أخرجه البزار فی مسنده برقم (۵۱۳۹)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (۱۲۰۶۹)-

وروی عن عبد الله بن سلام رضی الله عنه مثله- أخرجه الحاکم فی المستدرك برقم (۵۷۵۷)، والبیهقی فی شعب الإیمان برقم (۸۱۵۰)-

وروی عن مالك بن مرارة الرهاوی مثله- أخرجه الطبرانی فی مسند الشامیین برقم (۴۵۷)، وأبو نعیم الأصبهانی فی معرفة الصحابة برقم (۵۴۲۹)-وروی أحمد فی مسنده برقم (۱۷۴۰۷) عن عقبة بن عامر أنه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ما من رجل یموت حین یموت وفی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر، تحل له الجنة أن یریح ریحها، ولا یراها، فقال رجل من قریش - یقال له: أبو ریحانة-: والله یا رسول الله إنی لأحب الجمال وأشتهیه حتی إنی لأحبه فی علاقة سوطی، وفی شراك نعلی، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس ذاك الکبر، إن الله عز وجل جمیل یحب الجمال، ولکن الکبر من سفه الحق وغمص الناس بعینیه-

-

نفس کو مٹانے سے اصلاح آسان ہو جاتی ہے

ایک بہت بڑے نواب صاحب حضرت سے بیعت ہونے کے لیے آئے اور نوابیت بھی ساتھ لے کر آئے، خادم کے سر پر مٹھائی کا ٹوکرا تھا، کہا کہ حضرت میں بیعت ہونے کے لیے آیا ہوں، حضرت نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ کہا کہ حضرت یہ میرا خادم ہے اور یہ مٹھائی بھی لایا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ مجھے ابھی کچھ دیہاتوں میں بیان کرنے کے لیے جانا ہے آپ میرے ساتھ چلیے جہاں وقت ملا انشاء اللہ بیعت کرلیں گے۔ حضرت جب کسی شہر سے گذرتے تھے تو اس کے اطراف سے گذرتے تھے تاکہ نظر کی حفاظت بھی رہے اور بازار سے بھی دور رہیں لیکن نواب صاحب کی وجہ سے حضرت شہر کے بیچ سے گذر رہے ہیں اور فرمایا کہ خادم کو فارغ کر دیجئے اور یہ ٹوکرا اپنے سر پر رکھ لیجئے، اب جناب انہوں نے ٹوکرا اپنے سر پر رکھا، اب پریشان ہیں کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگ دیکھیں گے کہ فلاں نواب صاحب سر پہ ٹوکرا لیے چلے جارہے ہیں۔ ایک جگہ حضرت نے بیان فرمایا، بیان کے بعد انہوں نے پھر کہا کہ حضرت مجھے بیعت ہونا ہے، حضرت نے فرمایا کہ ہاں ہاں! ابھی اس کا وقت نہیں ہے اگلے گاؤں میں چلتے ہیں، اس طرح صبح سے شام ہو گئی، شام کو حضرت نے ان کو بیعت کرلیا، بڑے بڑے علماء کرام بھی ساتھ تھے کہا کہ حضرت آپ نے نواب صاحب کو صبح سے شام تک دوڑایا، فرمایا کہ نواب صاحب کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے، ان کی انا کو فنا کرنے میں دس سے بیس سال لگ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسی ترکیب دل میں ڈالی کہ ایک ہی دن میں کام ہو گیا اور یہ فانی فی اللہ ہو گئے، انہوں نے مٹھائی کا ٹوکرا کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں اٹھایا تھا اور آج مٹھائی کا ٹوکرا لیے گاؤں در گاؤں گھومتے رہے، ان کا سارا تکبر ختم ہو گیا، ساری بڑائی ناک کے راستے سے نکل گئی، ان کا نفس اب مٹ گیا ہے، اب بیعت ہوئے ہیں تو ان کی اصلاح بھی انشاء اللہ جلد ہو جائے گی۔ آج کل تو ہم لوگوں کو پکی پکائی مل جاتی ہے، مجاہدہ تو ہوتا ہی نہیں جبکہ پہلے زمانے میں کتنا مجاہدہ ہوتا تھا۔

عفو ودر گذر کرنے کا ثمرہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیارہ سال کی عمر میں جب حفظ کر کے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی زکریا! اب تمہاری ایک سال کی چھٹی، حضرت شیخ خوش خوش جب باہر جانے لگے تو فرمایا کہ رکو پوری بات سن لو ایک قرآن مجید روز ختم کر لیا کرو اس کے بعد چھٹی ہے تمہاری، اب جناب ایک قرآن کریم روز پڑھتے، تہجد میں شروع کرتے تھے اور گیارہ بجے فارغ ہوتے تھے، اس زمانے میں اللہ نے اوقات میں برکت رکھی تھی۔

ان کے والد کا مکتبہ یحیویہ کے نام سے ایک کتب خانہ تھا، اس میں ایک ملازم تھا بار بار غلطی کرتا تھا حضرت شیخ نے ان کو ایک دفعہ ڈانٹا دو دفعہ ڈانٹا تیسری دفعہ جب پھر غلطی کی تو حضرت شیخ کو غصہ آگیا تو فرمایا کہ تیرا کتنا بھگتوں ؟ روز روز یہ غلطی کرتا ہے۔ پیچھے سے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز آئی مولوی زکریا! جتنا اپنا بھگتوانا ہے قیامت کے دن اتنا بھگت لو۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت فرمایا کہ جا میں نے تیرا سب معاف کر دیا۔

آج افسوس ہے کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو سخت غصے میں آجاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم اس کو معاف کریں گے تو کل اللہ تعالیٰ بھی ہم کو معاف فرمائیں گے۔ تنبیہ تو کرو مگر ستاری بھی ہو۔ شریعت کا حکم ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ اس کو ذلیل کر کے رسوا کیا جائے۔ اس کے اندر جو ہدایت کی صلاحیت ہوتی ہے وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو اس لیے رسوا کر رہے ہیں تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔

ایک بادشاہ کے زمانے میں کوئی صاحب پکڑے گئے کسی غلط کام میں ملوث

تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو تیسری منزل سے دھکا دو تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی بڑا ہوشیار تھا اس نے کہا بادشاہ سلامت! آج سورج مشرق سے نکلا ہے یا مغرب سے؟ بادشاہ نے کہا کہ مشرق سے۔ اس نے کہا کہ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں، تجھے ضرور سزا دی جائے گی تاکہ لوگوں کو عبرت بھی تو ہو۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت! اسی رات اور بھی لوگوں نے یہ غلط کام کیا ہوگا آپ ان کو گرا کر مجھ کو عبرت کیوں نہیں دے دیتے؟ تو بادشاہ نے اس کو بری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تواضع کی حقیقت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ تکبر، بڑائی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ رائی کے برابر بھی جس کے دل میں بڑائی ہوگی جنت کی خوشبو اس کو نہ ملے گی۔ [۳۹]

طہارت ایمان کا جزو ہے

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ [۴۰]

بخاری شریف کی روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ

---

۳۹ انظر التخریج السابق-

۴۰ أخرجه مسلم فی صحیحه برقم (۵۵٦) فی باب فضل الوضوء، قال: حدثنا إسحاق بن منصور، حدثنا حبان بن هلال، حدثنا أبان ز، حدثنا یحیی أن زیداً حدثه أن أبا سلام حدثه عن أبی مالك الأشعری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الطهور شطر الإیمان، والحمد لله تملأ المیزان، وسبحان الله والحمد لله تملآن، -أو تملأ-

، ۲۲۹٦۰)، والبیهقی فی سننه الکبری برقم (۱۸۸-۱۸۹)، وفی الدعوات الکبیر برقم (۱۲۵)، وفی شعب الإیمان برقم (۱۲، ۲۴۵۳، ۲۵۴۸)، وأبو عوانة فی مستخرجه برقم (۴۵۹)، والطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (۳۳۴۷)، والدارمی فی سننه برقم (٦۵۳)، والبغوی فی شرح السنة برقم (۱۴۸)، وابن أبی شیبة فی مصنفه برقم (۳۷)-

بخاری شریف کی روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ

کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے، ایمان کا ایک جزو ہے۔ پورے کرۂ ارض پر کتنے مذاہب ہیں کسی مذہب میں صفائی کا اہتمام نہیں ہے جیسا کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اتنا صفائی کا اہتمام ہے کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر دی اور پانچ وقت آپ وضو کرتے ہیں یا نہیں؟ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ تو پانچ وقت آپ کلی بھی کرتے ہیں، چہرہ بھی دھوتے ہیں، ہاتھ اور پاؤں بھی دھوتے ہیں، سر کا مسح بھی کرتے ہیں، گردن کا مسح بھی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ اعضاء جن پر گرد و غبار پڑتی ہے اور سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں اور ان کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے سب صاف ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ چاشت، اشراق، اوابین اور تہجد کا اہتمام بھی کرتے ہیں تو ان کی طہارت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ سبحان اللہ! کتنی صفائی اسلام نے سکھائی جبکہ دنیا کے جتنے مذاہب ہیں ان میں اس کا تصور بھی نہیں ہے۔ بہت زیادہ اگر صفائی کرتے ہیں تو ٹشو پیپر استعمال کر لیتے ہیں اور اوپر سینٹ لگا لیتے ہیں، اندر بدبو بھری ہوتی ہے۔

ایک دفعہ بیرون ملک کا سفر تھا پی آئی اے کے ٹکٹ ری کنفرم کرانے کے لیے میں کاؤنٹر پر گیا تو ایک گورا چڈا پہنے ہوئے آیا چڈے سے اس کے بال باہر نکلے ہوئے تھے، کنگی کر کے آیا تھا۔ بغل کے بال پیچھے کی طرف ایسے کئے ہوئے تھے کہ جیسے دو سینگ نکلے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی وہ کھڑا ہوا تو اتنی شدید بدبو آئی وہیں چکر آ گیا منیجر جانتا تھا جلدی سے اندر لے گیا اندر لے جا کر لٹا دیا اور سیون اپ وغیرہ پلائی اور کہا کہ ہم بھی دور رہ کر ان کا کام کرتے ہیں اس لیے کہ ان سے اتنی بدبو آئی ہے ان کو پتا ہی نہیں کہ صفائی کس چیز کا نام ہے؟ اب بتایئے! اسلام میں کتنا صفائی کا اہتمام ہوتا ہے۔

بیت الخلاء میں استنجاء کے لیے ٹشو پیپر استعمال کرنے کے بعد پانی سے دھونا بھی ضروری ہے تاکہ نجاست اچھی طرح سے صاف ہو جائے۔ ان کے ہاں ان چیزوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اسلام میں نظافت کی اہمیت

ایسے ہی وہ مسلمان جو بے نمازی ہیں ان کو بھی ان مسائل کا علم نہیں ہے ان کو بھی صفائی کا پتا ہی نہیں ہے، یہاں تک کہ ایک صاحب چوّن سال ان کی عمر، باریش تھے میں نے کہا غسل کے کیا فرائض ہیں تو انہوں نے کہا کہ غسل تو کبھی کبھی کرتا ہوں، پچھلے مہینے غسل کیا تھا۔ میں نے کہا گھر میں بیوی ہے؟ تو پوچھتے ہیں کہ کیا اس کے بعد غسل کرنا ضروری ہے؟ لوگوں کو تو غسل کے فرائض کا بھی علم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ میری امانت کو واپس نہیں کریں گے قیامت کے دن میں ان سے مواخذہ کروں گا۔ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! امانت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب غسل واجب ہو جائے تو فوراً غسل کرلے، یہ امانت ہے۔[٤١]

---

[٤١] أخرجه أبو داود فی سننه برقم (٤٢٩) فی باب فی المحافظة علی علی وقت الصلوات، قال: حدثنا محمد بن عبد الرحمن العنبری، حدثنا أبو علی الحنفی عبيد الله بن عبد المجيد، حدثنا عمران القطان، حدثنا قتادة وأبان كلاهما عن خليد العصری، عن أم الدرداء، عن أبی الدرداء قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: خمس من جاء بهن مع إيمان دخل الجنة، من حافظ علی الصلوات الخمس علی وضوئهن وركوعهن وسجودهن ومواقيتهن، وصام رمضان، وحج البيت إن استطاع إليه سبيلاً، وأعطی الزكاة طيبة بها نفسه، وأدی الأمانة، قالوا: يا أبا الدرداء! وما أداء الأمانة؟ قال: الغسل من الجنابة۔

وأخرجه البيهقی فی شعب الإيمان برقم (٢٤٥٩)۔

وروی عن أبی أيوب الأنصاری رضی الله عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: الصلوات الخمس والجمعة إلی الجمعة، وأداء الأمانة، كفارة لما بينها، قلت: وما أداء الأمانة؟ قال: غسل الجنابة، فإن تحت كل شعرة جنابة۔

أخرجه ابن ماجه فی سننه برقم (٥٩٨) فی باب تحت كل شعرة جنابة، والبيهقی فی شعب الإيمان برقم

کیلیفورنیا میں ایک دھوبی صرف اس بات پر مسلمان ہوا کہ والد صاحب کے پاس آکر اس نے کہا کہ میرے پاس کپڑے گوروں کے بھی آتے ہیں اور مسلمانوں کے سوٹ بھی آتے ہیں لیکن مسلمانوں کے کپڑوں سے خوشبو آتی ہے تو میں نے سوچا کہ ان کے کپڑوں سے اتنی بدبو کیوں آتی ہے اس لیے کہ ٹشو پیپر سے آگے بڑھتے ہی نہیں کہ پانی کو کون ہاتھ لگائے۔

ناظم آباد میں ایک بڑے میاں پان بیچا کرتے تھے، ان کا نام بھی بہت مشہور تھا جب ان کی اہلیہ ان کو نہلاتی تھی تو بہت چیخ مار کے روتے تھے تو صبح اٹھ کر ہم لوگ پوچھتے تھے کہ بڑے میاں! خیریت؟ رات چیخنے کی آواز آرہی تھی۔ تو کہتے کم بخت نے کل پھر نہلانے کا ارادہ کرلیا تھا اور گلاس سے پانی پھینک پھینک کر مجھے گیلا کررہی تھی، پھر آخر میں بالٹی ہی پوری بہادی تو میں چیخوں گا نہیں تو اور کیا کروں گا؟ دس دفعہ اس کو سمجھایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو گھر والوں نے نہلا دیا تھا اور مروں گا تو پھر نہلا دینا مگر یہ درمیان میں مجھے بار بار مت نہلاؤ۔ تو بچپن ہی سے صفائی کا اہتمام و انتظام ہونا چاہئے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں جن کے ہاں صفائی کا وجود ہی نہیں ہے۔

ابھی میں ایک رسالہ میں پڑھ رہا تھا کہ یورپ نے گدھے کے پیشاب سے ایک پرفیوم بنایا ہے تاکہ انسان کی بدبو کا پتہ ہی نہ چلے کہ اس کے جسم میں بھی بدبو ہے، یہ ترقی کررہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کتنی قسم کے عطورات عطا کئے ہیں۔ حرمین شریفین جائیے ایک سے ایک بڑھ کے عطر ملے گا، عطر کی ہزاروں اقسام ہیں۔ اور گوروں کے ہاں استنجاء کیا اور بس۔ ایک لوٹا پانی کا استعمال کرنے کی بھی زحمت نہیں کرتے اور اس کے بعد اوپر سے پرفیوم لگالیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس یہی صفائی ہے۔ لیکن اسلام نے ہمیں کتنی صفائی سکھائی۔ اب دیکھئے! کھانے پینے سے کچھ ذرات جو

(۲۴۹۳)، والشاشی فی مسنده برقم (۱۱۴۵)۔

دانتوں میں رہ جاتے ہیں اس سے منہ سے بدبو آنے لگتی ہے تو مسواک کرنے کا حکم ہے مسواک کر کے نماز پڑھو اور مسواک کرنے سے ستر گنا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ [۴۲]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اور سکھا بھی دیا کہ کس طرح مسواک کی جائے؟ جب اس طریقے کے مطابق آپ مسواک کریں گے تو کہیں بدبو نہ رہے گی۔ منہ سے بھی خوشبو آرہی ہے، جسم سے بھی خوشبو آرہی ہے، کپڑوں سے بھی خوشبو آرہی ہے، ایک ایمانی خوشبو وہ تو آہی رہی ہے لیکن ظاہری خوشبو بھی آرہی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب سردی کے موسم میں جب بندہ وضو کرتا ہے تو اور سردی سے اس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں [۴۳] تو اسلام کے اندر صفائی ہی صفائی ہے۔

گھر کے باہر کوڑا پھینکنا یہود و نصاریٰ کی علامت ہے

ہمارے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ جہاں بھی تشریف لے جاتے تو پہلے دروازے کے باہر جھانک کر دیکھتے تھے کہ کوڑا تو نہیں پڑا ہے فرماتے تھے کہ یہ یہود و نصاریٰ کی علامت ہے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ اس کے گھر کے باہر بھی کوڑا نہیں ہونا چاہئے کتنی صفائی شریعت نے سکھائی لیکن آج کل ہم لوگ بس بڑی مشکل سے

---

[۴۲] أخرجه أحمد فی مسنده برقم (۲۶۳۸۳) قال: حدثنا عبد الله، حدثنی أبی، ثنا یعقوب، قال: ثنا أبی، عن ابن إسحاق، قال: وذکر محمد بن مسلم بن شهاب الزهری، عن عروة بن الزبیر، عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: فضل الصلاة بالسواك علی الصلاة بغیر سواك سبعین ضعفاً۔

وأخرج البزار فی مسنده برقم (۱۰۸-۱۰۹)، والبیهقی فی سننه الکبری برقم (۱۶۴)، وفی شعب الإیمان برقم (۲۵۱۹)، وابن خزیمة فی صحیحه برقم (۱۳۷)، والحاکم فی المستدرك برقم (۵۱۵) مثله۔

وأخرج البزار فی مسنده برقم (۱۰۸-۱۰۹)، والبیهقی فی سننه الکبری برقم (۱۲۴)، وفی شعب الإیمان برقم (۲۵۱۹)، وابن خزیمة فی صحیحه برقم (۱۳۷)، والحاکم فی المستدرك برقم (۵۱۵) مثله۔

[۴۳] أخرجه ابن أبی شیبة فی مصنفه برقم (۵۲) قال: حدثنا قبیصة بن عقبة، عن حماد بن سلمة، عن علی بن زید، عن أبی عثمان، قال: کنت مع سلمان فأخذ غصناً من شجرة یابسة فحته، ثم قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من توضأ فأحسن الوضوء، تحاتت خطایاه کما یتحات الورق۔

وضو کر لیتے ہیں اور ہفتے میں ایک دن ذرا ہمت کر کے پانی کے نیچے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلے ایک امریکن ائیر لائن چلتی تھی اب وہ ختم ہو گئی ایک سردار جی میرے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ باتیں کرنے لگے کہ آپ کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ تو اس نے ایک دم جب بغل کو ذرا سا اوپر کیا تو اوہو! میری تو حالت خراب ہو گئی، میرے پاس عطر کی شیشی تھی فوراً کھول کر میں نے اپنے ناک پر لگایا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے جی؟ میں نے کہا کہ یہ بہت خاص چیز ہے جو تمہارے کام کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کس قدر پاکیزہ بنایا ہے، ایمان کی دولت سے نوازا، پھر پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ پانچ وقت تو وضو کرنا ہی کرنا ہے سفر میں ہو یا حضر میں اور اگر سردی کا موسم ہے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ ایک دفعہ مکمل وضو کرنے کے بعد چمڑے کا موزہ پہن لو پھر مقیم کے لیے تو ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر تین دن اور تین رات تک اس پر مسح کر سکتا ہے۔ اور پاؤں اس کے اندر سردی سے محفوظ ہیں۔ لیکن غیر مسلم کے ہاں صفائی کا بالکل اہتمام نہیں ہے ان کو پتا ہی نہیں کہ نظافت کس چیز کو کہتے ہیں؟ اب آہستہ آہستہ عقل آ رہی ہے۔

سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا چاہیے

حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ [۴۴]

---

۴۴ أخرجه أبو داود فی سننه برقم (۴۹۵) فی باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، قال: حدثنا مؤمل بن هشام - يعنی اليشكری - حدثنا إسماعيل، عن سوار أبی حمزة - قال أبو داود: أبو حمزة المزنی الصيرفی - عن عمرو بن شعيب عن أبيه = عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، وفرقوا بينهم فی المضاجع- وأخرجه البغوی فی شرح السنة برقم (۵۰۵)-

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز کے لیے ذرا سختی بھی کرو، ضرب یضرب کی گردان بھی کرو اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔ کیا مطلب جب سات سال سے حکم کریں گے اور دس سال تک وہ نماز پڑھے گا تو وہ خود عادی ہو جائے گا۔

آج ہم اپنے بچوں سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن نماز کے لیے نہیں جگاتے، کہتے ہیں ابھی سونے دو یہ بڑا ہو گا تو خود ہی نماز شروع کر دے گا **مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ** [۴۵] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو حکم کرو کہ جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور **وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ** ——————— اور جب دس کے ہو جائیں تو ذرا پٹائی بھی کرو۔ سب سے پہلے قیامت کے دن سوال وجواب نماز کے بارے میں ہو گا۔ افسوس یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ آج کل نمازوں میں سستی کرتے ہیں، خصوصاً فجر کی نماز میں کہتے ہیں کہ صاحب میں تو معذور ہوں مجھ سے اٹھا ہی نہیں جاتا لیکن جب ان کا سفر ہو اور فلائٹ ہو چار بجے تو جناب نہا دھو کر خوشبو وغیرہ لگا کر جب میں باہر نکلتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ ٹہل رہے ہیں۔ میں کہا بھئی آپ تو معذور تھے عذر کہاں چلا گیا؟ کہا کہ بس سفر کی ذرا فکر تھی۔ میں نے کہا کہ دین بھی اسی فکر کا نام ہے کہ فکر پیدا ہو جائے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو آپ کو انشاء اللہ الارم لگانے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ الحمد للہ ساٹھ سال کی عمر ہو گئی آج تک الارم نہیں لگایا۔ نہ الارم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ گھر والے بھی کہتے ہیں رمضان المبارک میں کہ سحری کے وقت جگا دینا تمہاری آنکھ تو ایسے بھی کھلتی رہتی ہے تم تو سوتے نہیں جاگتے

وروى أبو داود فى سننه برقم (۴۹۴) عن عبد الملك بن الربيع بن سبرة عن أبيه عن جده قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: مروا الصبى بالصلاة إذا بلغ سبع سنين، وإذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها-

۴۵ انظر التخريج السابق-

رہتے ہو تو ایک فکر ہوتی ہے آدھے گھنٹے بعد آنکھ کھلے گی گھڑی میں دیکھیں گے کہ ابھی کتنی دیر ہے اذان میں اور پھر آدھے گھنٹے کے بعد اسی طرح سے صبح ہو جاتی ہے اور الحمدللہ نیند بھی پوری ہو جاتی ہے بس فکر پیدا ہو جائے تو سب کام آسان ہیں تو جو صاحب کہتے ہیں کہ میں معذور ہوں اٹھ نہیں سکتا اگر ان کا نکاح ہو اور قاضی صاحب کہیں کہ میں بھی معذور ہوں اور آپ بھی معذور ہیں دو معذوروں کا اجتماع ہو گیا ہے۔ میری معذوری یہ ہے کہ میں فجر سے پہلے نکاح پڑھا سکتا ہوں اس کے بعد میرے پاس وقت نہیں ہے آپ بتائیے کہ دولہا صاحب کیا کہیں گے رات بھر سوئیں گے ہی نہیں رات بھر تسبیح لے کر مسجد ہی میں بیٹھے رہیں گے کہ ایسا نہ ہو کہ قاضی صاحب آجائیں اور میری آنکھ لگ جائے۔ ایک بیوی کے لیے تو ساری رات نیند نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس کے پاس لوٹ کر ہمیں جانا ہے اس کے احکامات کی تعمیل کے لیے کتنی فکر ہونی چاہئے۔ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ہم جیسے نالائقوں کو کہ پیٹ میں دو کلو پاخانہ بھرا ہوا ہے لیکن وضو کر کے ظاہر میں پاک صاف ہو کر ہم اللہ کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں اور جن کی عقلوں میں فتور آگیا ہے کہ ان کو دیکھئے کہ ائیر پورٹ پہ مشین سے گذرنے کے بعد امیگریشن سے لے کر اگلے کاؤنٹر تک کوئی لیکوئیڈ چیز نہیں لے جاسکتے پوری دنیا میں یہ قانون بنا دیا حتی کہ عطر کی شیشی بھی نہیں لے جاسکتے۔ مولانا عبد الحمید صاحب ساؤتھ افریقہ والے جب تشریف لے جارہے تھے تو ان کے ساتھ منرل واٹر کی بوتل تھی انہوں نے کہا کہ نہیں اسے لے جانا بھی الاؤ نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ یہ تو پانی ہے۔ اس نے کہا کہ نہں بس اوپر سے آرڈر آگیا ہے کہ کوئی لیکوئیڈ چیز ادھر سے نہ گذرے مولانا نے کہا پیٹ کے اندر جو یہ فاسد مادہ دو کلو کا بھرا ہوا ہے اسے کہاں لے جاسکتے ہو تو وہ بھی ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ بس جو آرڈر آجاتا ہے تو پھر اس پر چلنا پڑتا ہے۔

سنت کی اہمیت

سنت میں اللہ نے برکت رکھی ہے اب دیکھو! پلیٹ چاٹنے کی کتنی صفائی ہے

جو لوگ سنت کے مطابق کھانا کھاتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ پلیٹ دھلی ہوئی ہے اور جو سنت کے خلاف کھاتے ہیں سالن بیچ میں چھوڑ دیتے ہیں کھانا بھی ایسے ہی پڑا ہوا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ انگلی چاٹنے کی سنت بھی ادا نہیں کرتے، انگلی چاٹنے سے کھانا ہضم ہوتا ہے۔ جب ان کو پتا چلتا ہے کہ سنت میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے کھانا ہضم ہوتا ہے انگریز نے جب لکھا تو سب نے انگلی چاٹنا شروع کر دی۔ چمچے سے کھانا جائز ہے، پتلی چیز ہے تو چمچے سے کھا سکتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں جب انگریز آئے دیکھنے کے لیے تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سامنے کھانے کا انتظام ہوا انہوں نے بغیر چمچے سے کھانا شروع کیا تو انگریزوں نے سمجھا کہ شاید چمچے ختم ہوگئے ہیں انہوں نے جلدی سے ایک چمچہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے، میرے اللہ نے مجھے قدرتی چمچہ دیا ہوا ہے اور میرا چمچہ ایسا ہے کہ جو کھانے کی حرارت کو بھی بتاتا ہے اور ہر طرف مڑ بھی جاتا ہے اور وہ مقدار بھی بتا دیتا ہے کہ منہ میں کھانا رکھنے کے قابل بھی ہی یا نہیں؟ منہ کو جلنے سے بھی بچاتا ہے اور ایک تمہارا چمچہ ہے کہ تمھیں پتہ ہی نہیں ہے کہ کتنا گرم کھانا ہے کتنی بار تمہارا منہ جل جاتا ہے۔ پھر ترجمہ کر کے جب انگریزی میں سمجھایا گیا تو سب نے کہا کہ اوہ، ویری گڈ۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے جب شروع شروع میں تبلیغی جماعت کا کام شروع کیا تھا تو وہاں میوات میں نئی نئی سڑکیں بن رہی تھی تو برٹش گورنمنٹ کے انگریز بھی آئے ہوئے تھے جو سڑکیں بنوا رہے تھے تو وہاں ایک بڑے میاں سڑک کے کنارے انہوں نے چھپر کا ہوٹل بنایا ہوا تھا اس میں چائے بنا رہے تھے تو ایک انگریز وہاں جا کے کہتا ہے کہ پلیز ون کپ ٹی، اور اس علاقے میں کپٹی گالی ہے جیب کترے کو کہتے ہیں تو بڑے میاں کو غصہ آیا کہ خبیث کہیں کا تو کپٹی ہو گا تیرا باپ کپٹی ہو گا۔ تو اس نے پھر کہا کہ ون کپ ٹی تو بڑے میاں نے وہ ڈنڈا نکالا جس سے چولہے میں آگ لگی ہوئی تھی۔ تو لوگوں نے پکڑ لیا اور کہا کہ یہ چائے مانگ رہا ہے تو بڑے میاں نے کہا کہ اچھا تو یہ سیدھی زبان میں کیوں نہیں بولتا۔ خیر اس کے بعد اس نے ایک کپ چائے دی

تو وہ انگریز سخت سردی میں کانپ رہا تھا اس کو مزہ آیا تو اس نے کہا کہ ویری گڈ، تو بڑے میاں نے کہا کہ کم بخت گڑ کی نہیں ہے یہ چینی کی ہے۔

تو شریعت نے کتنی صفائی اور کتنی پاکیزگی سکھائی صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم ہے اس لیے کہ پتا نہیں نیند میں کہاں کہاں ہاتھ گیا تھا؟ ہاتھ دھونے کے بعد اب پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں لیکن انگریزوں کے ہاں کچھ نہیں ایک بڑا ساٹب ہوتا ہے ان کے ہاں اس میں بیٹھ جاتے ہیں ساری نجاست نکل کر ناک سے لگتی ہے کان سے لگ رہی ہے اور ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ اور کون صاف ستھرا ہو سکتا ہے اور اپنے آپ کو مہذب قوم کہتے ہیں اور تہذیب نام کی کوئی چیز ان کے ہاں ہے ہی نہیں اور ہم لوگوں کو کیا کہتے ہیں بنیاد پرست، الحمدللہ کفار کے منہ سے بھی ہمارے لیے تمغہ حلالیت نکلتا ہے کہ یہ بنیاد پرست ہیں یعنی ان کی بنیاد مضبوط ہے کہ اپنے باپ کی حلالی اولاد ہے لیکن اگر ان کے ہاں کسی نے پوچھ لیا کہ فادر نیم؟ تو یہ اتنی بڑی گالی ہے کہ اس سے بڑی کوئی گالی نہیں کہ باپ کا نام کیوں پوچھا ؟ کہ میری ماں کے پاس تو چالیس پچاس بدمعاش گھومتے رہتے تھے مجھے کیا پتہ کہ میں کس کا نطفہ ہوں لیکن ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ سے تمغہ حلالیت نکال دیا کہ وہ ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں۔ ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ الحمدللہ ہم بنیاد پرست ہیں اس لیے ہمیں اپنے ماں باپ سے محبت ہوتی ہے۔

اسلام میں خواتین کا مقام

آپ دیکھیں کہ اسلام میں جتنا باپ بوڑھا ہوتا ہے، ماں بوڑھی ہوتی ہے اتنی زیادہ ان کی خدمت کی جاتی ہے۔ جیسے جب کوئی بھی پھل زیادہ پک جاتا ہے تو مٹھاس زیادہ ہوتی ہے ایسے ہی ماں باپ کی محبت میں اور ان کی خدمت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی حکمرانی ہوتی ہے گھر میں، مسلمان عورت نانی ہے، دادی ہے ایک تخت پر بیٹھی ہے اور تسبیح پڑھ رہی ہے اور ڈانٹ رہی ہے کہ آج کھانا یہ پکے گا اور انگریزوں

کے ہاں پولٹری فارم میں پہنچادیتے ہیں اور پھر کرسمس کے موقع پر جاکر ایک کیک پہنچادیتے ہیں اب وہ وہاں روتے رہتے ہیں کہ ساری زندگی کما کر اس کو پڑھایا اور آج یہ سال کے بعد آیا ہے دیکھنے کے لیے اور دو منٹ بھی نہیں ٹھہرا ایک رکھا اور فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ہمارے یہاں اسلام آباد میں ایک بہت بڑے افسر بائیس گریٹ کے بتارہے تھے کہ میں جب نیویارک گیا اور میٹنگ کے اندر انہوں نے میری داڑھی دیکھی تو انہوں نے سوالات شروع کئے کہ آپ کے ہاں عورتوں کو بڑا ذلیل کیا جاتا ہے اس نے کہا کہ اسلام نے عورت کو جو عزت دی ہے تم لوگ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے اس لیے کہ مسلمانوں کے گھر میں عورت کسی کی بہن ہے تو بہن کی عزت کی جاتی ہے، بھابھی ہے تو اس سے شرعی پردہ ہو رہا ہے اس سے اس کی عزت ہے۔ پھوپھی ہے والد کی بہن ہے اس کے لیے ہدیہ تحفہ لائے جارہے ہیں۔ ماں ہے اس کے پاؤں دبارہے ہیں کہ ماں کے قدموں کے نیچے تو جنت ہے۔[۴۶] ابو کے سر کی تیل سے مالش ہو رہی ہے۔ میری والدہ ہمیشہ چارپائی ایسی جگہ بچھاتی تھیں کہ رات گیارہ بجے جب میں گھر واپس جاؤں تو نظر پڑجائے اس کے بغیر سوتی نہیں تھیں، انہیں نیند نہیں آتی تھی۔ اور کہا کہ ہمارے ہاں عورت جتنی بوڑھی ہوتی ہیں اس کا احترام اتنا ہی بڑھ جاتا ہے اور اس کی حکومت چلتی ہے گھر میں کہ جو وہ کہتی ہے وہی کھانا پکتا ہے اور تمہارے ہاں میٹنگ ہو رہی ہے میں پاکستان سے آیا ہوں میرے ساتھ کوئی لیڈیز نہیں ہے اور تمہارے ساتھ یہ ستر ستر سال کی لیڈیز قلم لے کے بیٹھی ہوئی ہیں، یہ بیچاریاں اگر نوکری نہ کریں تو ان کو کھانے

---

۴۶ کما فی الحدیث الذی أخرجه النسائی فی سننه المجتبی برقم (۳۱۰۴) فی باب الرخصة فی التخلف لمن له والدة، عن معاویة بن جاهمة السلمی أن جاهمة جاء إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله! أردت أن أغزو، وقد جئت أستشیرك، فقال: هل لك من أم؟ قال: نعم، قال: فالزمها، فإن الجنة تحت رجلیها۔

وأخرجه البیهقی فی شعب الإیمان برقم (۷۴۴۹)، وأبو نعیم فی معرفة الصحابة برقم (۵۴۹۲)۔

کو نہیں ملتا اور ان کو تم نے نیکر پہنایا ہوا ہے اور خود تھری پیس سوٹ میں ہو ان کے تو کپڑے تک اتار دئے ہیں، تم نے ان کے ساتھ جو ظلم کیا ہے اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ ان کی تقریر سن کر ساری بوڑھیاں کھڑی ہو گئیں اور کہا او کے رائٹ، آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے جو ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے ایک جگہ ہم نوکری کرتے ہیں آٹھ گھنٹے تو مکان کا کرایہ دیتے ہیں اور دوسری نوکری ان کے پی اے لگی ہوئی ہیں۔ ہمارے ہاتھ کانپ رہے ہیں مجبوراً نوکری کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑتا ہے۔

ساؤتھ افریقہ میں جب ہم ایک پارک میں گئے تو ہماری اہلیہ برقعہ میں تھیں اور ہمارے مفتی حسین بھیات صاحب کی اہلیہ بھی برقعہ میں تھیں تو انگریز عورتیں آکر جمع ہو گئیں دیکھنے کے لیے کہ یہ برقعہ کے اندر مصیبت میں تو نہیں ہیں؟ تو ان کو افریقہ کی زبان آتی تھی انہوں نے تقریر شروع کر دی کہا کہ ہم لوگ تو گھر کی ملکہ ہیں بادشاہت ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے لیے دیکھو خیمہ لگایا گیا ہے اور قنات لگائی گئی ہے اور پھر ان کو دکھایا کہ یہاں سے وہاں تک دستر خوان ہمارے لیے اور ہمارے بچوں کے لیے لگایا گیا۔ یہ ہمارے شوہر باہر سے کھانا لا کر ہمیں سپلائی کر رہے ہیں اور پہنچا رہے ہیں اور کھائیں گے ہم لوگ اور جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈی نکال کر دیکھائی اور کہا کہ خرچے کے لیے الگ پیسہ ملتا ہے تو انہوں نے جا کر اپنے شوہروں کو گالیاں دینا شروع کر دیں، اچھی خاصی لڑائی شروع ہو گئی کہ تم لوگ کہتے تھے یہ مصیبت میں ہیں یہ تو عیش سے بھری ہوئی ہے اور پکا کر چیزیں ساتھ لائیں ہیں اور ان کے لیے پردے کا انتظام صفائی ستھرائی کے ساتھ اور ان کے لیے سب کچھ ہے اور ان کا جیب خرچ اس کے علاوہ ہے۔ ایک بڑھیا نے آکر بتلایا کہ مجھے ٹھوکر لگ گئی اور میں گر گئی چوٹ لگ گئی اور خون نکلنے لگا تو میں نے شوہر سے کہا کہ میری مدد کر تو کہنے لگا کہ خود ہی زور لگاؤ اور خود ہی کھڑی ہو اپنا سامان اور اپنے شوہر کا سامان بھی اس کے کندھے پر ہے بالکل

جانوروں جیسی زندگی ہے أُولَٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ [۴۷] الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اسلام کی دولت عطا فرمائی مسلمان گھرانے میں پیدا کیا ہم لوگوں کی جو آپس میں محبت ہے اس کا وہاں کوئی تصور نہیں کر سکتا۔

کسی مسلمان کی نماز جنازہ بے وضو پڑھنا جائز نہیں

شیخ عبد الحق ضیاء صاحب حضرت والد صاحب کے خلیفہ بھی تھے روتے رہتے تھے میں نے پوچھا کیوں روتے ہیں تو کہا کہ اب اللہ والوں سے تعلق ہو گیا اب انشاء اللہ مرنے کے بعد میری نماز جنازہ سب باوضو ہو کر پڑھیں گے اور لوگ میرے لیے دعا بھی کریں گے، ایصالِ ثواب بھی کریں گے ورنہ جتنے سرکاری جنازے ہوتے ہیں سب بے وضو ہوتے ہیں۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک مرکزی وزیر آئے اور کہا کہ حضرت ذرا جلدی چلیے کہ آئی جی صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور ان کا انتقال ہو گیا ہے ان کا جنازہ پڑھانا ہے۔ حضرت نے کہا کہ اچھا! میں ذرا وضو کر کے آتا ہوں پھر چلتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وضو کی ضرورت نہیں ہے اس نے کون سا جنت میں جانا ہے؟ سب بے وضو ہی کھڑے ہوں گے، آپ فکر نہ کریں۔ حضرت کو اتنا غصہ آیا کہا کہ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ بھئی میں تو ایسا جنازہ نہیں پڑھاتا میں تو وضو کر کے پڑھاؤں گا کلمہ گو مسلمان تو ہے۔ کہا کہ ہاں مسلمان تو ہے مگر کچھ کرتوت ایسے تھے کہ بہت مشکل ہے اس کا جنت میں جانا۔ آپ وہاں چل کے دیکھیں گے کہ آفس سے لوگ نکلتے ہیں اور وہیں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اب کون بوٹ اتارے اور وضو کرے؟ ان سب چکروں میں کون پڑے؟ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اللہ نے اپنے گھر آنے کی توفیق عطا فرمائی نیک صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پانچوں وقت وضو کرنے کی اور صفائی کی توفیق عطا فرمائی۔ اور کتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں جتنا ہم شکر ادا کریں کم

---

[۴۷] الأعراف: ۱۷۹

ہے۔ ورنہ آج پرشاد، بھگوان داس نام ہوتا۔

محمد نام رکھنے پر جنت کی بشارت

الحمدللہ کہ مسلمان گھر میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور کتنے لوگ اسی نام کی برکت سے جنت میں جائیں گے:

{مَنْ وُّلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ ذَكَرٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِيْ وَتَبَرُّكًا بِاسْمِيْ كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهٗ فِي الْجَنَّةِ}[۴۸]

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ وہ لوگ الگ ہو جائیں جن کے نام کے ساتھ محمد لگا ہوا ہے، اس نام کی برکت سے تم سب جنت میں جاؤ۔ اس لیے محمد نام ضرور رکھنا چاہیئے۔ ایک مرتبہ عمرہ کے لیے حرمین شریفین حاضری ہوئی بہت پہلے کی بات ہے تو جب اپنا پاسپورٹ دیا تو اس میں میرا نام محمد مظہر لکھا تھا اور اسی طرح ابراہیم کے پاسپورٹ میں محمد ابراہیم لکھا تھا تو وہ سعودی کہتا ہے كُلٌّ مُحَمَّد۔ میں نے کہا الحمدللہ! جب میں نے کنزالعمال کی روایت نقل کی تو اس نے فوراً ڈائری نکالی اور کہا اس حدیث شریف کو اس میں لکھ دیجئے۔ پھر باہر تک پہنچانے آیا اور واپسی پر پھر وہ ملا اور پوچھتا ہے کہ أَ عَرَفْتَنِيْ؟ میں نے کہا لَا، تو کہتا ہے کہ إِنَّكَ تُبَدِّلُ اسْمِيْ بِمُحَمَّدٍ کہ آپ نے میرا نام تبدیل کیا اور محمد رکھا۔ عربوں میں یہ ہے کہ جب وہ کوئی حدیث سن لیں تو پھر چوں چرا نہیں کرتے فوراً اس پر عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اس حدیث پاک اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ پر عمل کرنے کی

---

[۴۸] قال أبو الحسن الكناني في كتابه ''تنزيه الشريعة المرفوعة'' (۱/۱۹۸ط: دار الكتب العلمية): حديث: من ولد له مولود فسماه محمداً تبركاً كان هو ومولوده في الجنة (ابن بكير) في جزئه في فضل من اسمه أحمد ومحمد، من حديث أبي أمامة، وفي إسناده من تكلم فيه (تعقب) بأنه أمثل حديث ورد في الباب وإسناده حسن (قلت) لا، فإن الذهبي قال في تلخيصه: المتهم بوضعه حامد بن حماد بن المبارك العسكري شيخ ابن بكير، وكذلك قال في الميزان في ترجمة حماد، وقد ذكر هذا الحديث: وهو آفته، وأقره الحافظ ابن حجر في اللسان، لكني وجدت له طريقاً أخرى، أخرجه منها ابن بكير أيضاً، والله أعلم۔

توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی نمازوں اور تمام عبادات کو بھی قبول فرمائے۔

جنت جانے کا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ

{ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ }[۴۹]

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام ہوں یا اصحاب علم ہوں یا تبع تابعین ہوں یا علماء کرام ہوں یا محدثین ہوں یا فقہاء ہوں سب اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں قیامت تک تفسیر لکھتے رہیں

لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو گا، اللہ تعالیٰ اتنے عظیم ہیں اس کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر ساری دنیا کے اشجار کو قلم بنا دیا جائے اور سمندر کا پانی اور دریاؤں کا پانی سیاہی بن جائے تو لکھتے لکھتے سیاہی ختم ہو جائے گی، پانی ختم ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ختم نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے اور ہم لوگ محدود ہیں جیسے ایک گلاس کے اندر مٹکے کا پانی نہیں آسکتا مٹکے کے اندر تالاب کا پانی نہیں سما سکتا اور تالاب کے اندر دریا کا پانی نہیں سما سکتا اور دریا کے اندر سمندر کا پانی نہیں سما سکتا جبکہ سب کے سب مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے ساری کائنات کو اسی نے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، انسان کے بس میں ہے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کما حقہ بیان کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر اپنے بندوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! جیسے شفیق باپ جن بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پیارے بیٹو! ذرا میری بات کو غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے، ماں باپ ہمارے خالق نہیں ہیں، ماں باپ تو ایک تخلیقیت کا ذریعہ بن گئے، اصل پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، ماں کو نہیں پتہ کہ میرے

---

[۴۹] التوبۃ: ۱۱۹

پیٹ میں جو بچہ ہے یہ کالا ہے یا گورا؟ آنکھیں کیسی ہیں ؟اس کو کچھ خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خطاب فرمایا جو ایمان لا چکے ہیں۔ ایمان کس چیز کا نام ہے ؟ ایمان نام ہے جنت کے ٹکٹ کا۔ الحمد للہ پورے مجمع میں سے کے پاس جنت کا ٹکٹ موجود ہے جس کی وجہ سے مسجد میں آنے کی اجازت ملی اگر جنت کا ٹکٹ نہ ہوتا تو باہر گیٹ پر روک دیا جاتا کہ آپ مسجد میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہیں، اللہ کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتے ، پہلے کلمہ پڑھو پھر اس کے بعد داخل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا کہ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو ہم سب اس میں داخل ہو گئے ، ہم سب کے پاس ایمان تو ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے میرے پاس اگر مال دولت ہو تو میں فرسٹ کلاس کا ٹکٹ خرید لوں اور میرا کمرہ ہوائی جہاز میں فرسٹ کلاس کا ہو ، وی آئی پی اور راحت کے ساتھ سفر ہو، دل چاہتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی جنت میں جانے کے لیے فرسٹ کلاس کی ٹکٹ ہونی چاہئے۔ وہاں کا وی آئی پی سفر ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم چاہتے ہو تمہارا فرست کلاس کا وی آئی پی ٹکٹ ہو تو اِتَّقُوا اللّٰهَ تقویٰ اختیار کرو، کیا مطلب؟ گناہوں سے بچو ، اِتَّقُوْا جمع امر کا صیغہ نازل فرمایا اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع کے اندر دو زمانے پائے جاتے ہیں حال اور استقبال۔ یعنی حال میں بھی تقویٰ کے ساتھ رہو اور آئندہ بھی تقویٰ کے ساتھ زندگی گذارنے کی کوشش کرو۔ لیکن اگر تمہارا تقویٰ ٹوٹ جائے تو توبہ صادقہ اور عزم علی التقویٰ سے پھر متقی ہو جاؤ۔

تقویٰ پر قائم رہنے کا آسان طریقہ

ایک شخص نے مجدد زمانہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو لکھا کہ حضرت متقی رہنا بہت مشکل ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ باوضو رہنا کیسا ہے؟ اس نے کہا حضرت! وہ تو بہت آسان ہے، جب وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کر لو۔ تو فرمایا کہ یہ تقویٰ بھی وضو کی طرح ہے جب ٹوٹ جائے تو اللہ سے گڑ گڑا کے معافی مانگ لو اور پھر

سے متقی ہو جاؤ۔ جیسے باوضو رہنا آسان ہے ایسے ہی متقی رہنا بھی آسان ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام تو معصوم ہیں امت کا اجماع ہے، ان سے تو گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی تمام انسانوں سے کوتاہی ہو سکتی ہے، کبھی زبان سے جھوٹ نکل جائے گا کبھی کسی کی غیبت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ ایک بہت بڑے محدث طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے معصوم بنادے تو آسمان سے آواز آئی میں نے اپنے تک پہنچنے کے دو راستے رکھے ہیں۔ جو تقویٰ سے نہیں مجھ تک پہنچ سکتا تو توبہ کے ذریعے آجائے، لہٰذا ایک ہی دروازہ مقرر نہیں کرنا چاہیے، تقوی پر قائم نہ رہ سکے تو فوراً توبہ کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ کتنے ملین انسانوں کا پیشاب و پاخانہ سمندر میں جا کر گرتا ہے مگر جب ایک لہر آتی ہے تو سب بہا کر لے جاتی ہے اور وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے اور وہاں بیٹھ کر وضو کرنا جائز ہے سمندر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنی مخلوق ہے اس میں جب یہ اثر ہے تو خالق کائنات کی رحمت کو جب جوش آئے گا تو اس وقت کیا حال ہو گا؟ دریائے رحمت کو جب جوش آئے گا تو اس وقت کیا عالم ہو گا؟

جنت میں جانے والے پانچ جانور

ایک روایت میں آتا ہے کہ کوئی جانور جنت میں داخل نہیں ہو گا سوائے پانچ جانوروں کے اور ایک روایت میں ہے کہ دس جانور جائیں گے۔ آپ بتائیے کہ جانوروں کے لیے جنت تو پیدا ہی نہیں کی گئی لیکن جنت میں ان کا داخلہ کیوں ہو گا؟ اس لیے کہ انبیاء کرام سے ان کی نسبت ہو گئی یا اولیاء کرام کے ساتھ ان کو نسبت ہو گئی اس نسبت کی وجہ سے وہ جنت میں جائیں گے۔ سب سے پہلا جانور جو جنت میں جائے گا نَاقَۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اونٹنی جس پر سوار

ہوکر آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ دوسرا جانور کَبْشُ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وہ مینڈھا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آزمائش کے موقع پر ذبح ہوا۔ تیسرا جانور بَقَرَةُ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کی وہ گائے جس کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ چوتھا جانور حُوتُ يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وہ مچھلی جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام رہے۔ اور پانچواں جانور كَلْبُ أَهْلِ الْكَهْفِ اصحاب کہف کا کتا جو کہ ایک نجس جانور ہے مگر اللہ والوں کی صحبت کی وجہ سے کہ وہ باہر اس غار میں بیٹھا ہوا تھا پہرا دے رہا تھا اس کتے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کس قدر اکرام کا معاملہ کیا کہ كَلْبٌ قرآن پاک میں نازل کردیا اب اس کے ہر ہر حرف پر نیکی مل رہی ہے۔ کیونکہ اللہ والوں کی صحبت اس کو مل گئی تو ایک نجس جانور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم کا معاملہ ہے تو انسان تو اشرف المخلوقات ہے جنت تو پیدا ہی اس کے لیے کی گئی ہے وہ جب اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے گا تو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا انعام

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص جیسا گمان لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرمائیں گے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

{قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ}[۵۰]

---

[۵۰] أخرجه البخاری فی صحيحه برقم (۷۴۰۵) فی باب قول الله تعالیٰ: {ويحذركم الله نفسه}، قال: حدثنا عمر بن حفص، حدثنا أبی، حدثنا الأعمش، سمعت أبا صالح، عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال: قال النبی صلی الله عليه وسلم: يقول الله تعالیٰ: أنا عند ظن عبدی بی، وأنا معه إذا ذكرنی فإن ذكرنی فی نفسه ذكرته فی نفسی، وإن ذكرنی فی ملأ ذكرته فی ملأ خير منهم، وإن تقرب إلی بشبر تقربت إليه ذراعاً، وإن تقرب إلی ذراعاً تقربت إليه باعاً، وإن أتانی يمشی أتيته هرولة-= وأخرجه أيضاً برقم (۷۵۰۵) فی

میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا وہ گمان لے کر میرے پاس آئے گا، اگر وہ یہ گمان لے کر جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان بھی، رحیم بھی ہے، کریم بھی ہے اور غفور بھی ہے، ستار العیوب بھی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے لیکن اس وجہ سے گناہوں پر جری ہونا سخت دھوکہ ہے۔ بعض لوگ تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو تھانے دار کی طرح سمجھتے ہیں کہ بس جاتے ہی وہاں ڈنڈے کی بارش شروع ہو جائے گی۔ وہ قہار اور جبار ہے بس وہ ہی نام یاد رکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا نام رحمن بھی ہے، رحیم بھی ہے، نوے فیصد نام تو

باب قول الله تعالى: {يريدون أن يبدلوا كلام الله}، ومسلم في صحيحه برقم (٦٩٨١) في باب الحث على ذكر الله تعالى، وبرقم (٧٠٠٥، ٧٠٠٨) في باب فضل الذكر والدعاء والتقرب إلى الله تعالى، وبرقم (٧١٢٨) في باب في الحض على التوبة والفرح بها، والترمذي في سننه برقم (٢٣٨٨، ٣٦٠٣) في باب ما جاء في حسن الظن بالله، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وابن ماجه في سننه برقم (٣٨٢٢) في باب فضل العمل، وأحمد في مسنده برقم (٩٠٦٥، ٩٣٤٠، ٩٧٤٨، ١٠٢٥٨، ١٠٢٩٥، ١٠٢١٥، ١٠٧٩٢، ١٠٩٢٢)، وابن حبان في صحيحه برقم (٦٣٩)، والبزار في مسنده برقم (٨٩٠٩، ٩١٣٢، ٩٢١٨)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٧٦٨٣)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (٦١٦)، والطبراني في الدعاء برقم (١٨، ١٨٦٥، ١٨٦٦-١٨٦٨)، والبيهقي في الدعوات الكبير برقم (١٧)، وفي شعب الإيمان برقم (٥٤٦، ٩٨٢)، والبغوي في شرح السنة برقم (١٢٥١-١٢٥٢)-

وروى عن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يقول الله عز وجل: أنا عند ظن عبدي بي وأنا معه إذا دعاني-

أخرجه أحمد في مسنده برقم (١٣٢١٥، ١٣٩٦٩)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٣٢٣٢)-

وروى عن واثلة بن الأسقع رضي الله عنه مثله-

أخرجه أحمد في مسنده برقم (١٦٠٥٩، ١٦٠٢٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٦٣٣-٦٣٥، ٦٤١)، والحاكم في المستدرك برقم (٧٦٠٣)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٧٦٧٠، ١٧٦٧٢-١٧٦٧٦)، وفي معجمه=الأوسط برقم (٤٠١، ٧٩٥١)، وفي مسند الشاميين برقم (١٢٣٥، ١٣١٤، ١٥٤٦، ٢١٩٣)، والدارمي في سننه برقم (٢٧٣١)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٩٧٤-٩٧٥)، وعبد الله بن المبارك في مسنده برقم (٣٩)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة برقم (٥٨٨٦)-

وروى الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٦٣٤٩) عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال الله: أنا عند ظن عبدي بي-

وروى أيضا في كتابه ''الدعاء'' برقم (١٨٧٠) عن أبي ذر الغفاري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال ربكم عز وجل: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني، إن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منهم، وإن دنا مني شبراً دنوت منه ذراعاً، وإن دنا مني دنوت منه باعاً، وإن أتاني مشياً أتيته هرولة، وإن لقيني بقراب الأرض خطيئة لا يشرك بي شيئاً لقيته بمثلها مغفرة-

رحمت کے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب قراء کرام میں بیان فرماتے تھے تو قراء کرام کو خاص طور پر مخاطب کرکے فرماتے تھے کہ تم سورۂ فاتحہ ہر نماز میں پڑھتے ہو اس میں بیاسی فیصد رحمت ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور اٹھارہ فیصد صرف اتنا ہے کہ اگر تم نے نیک اعمال نہ کئے اور گمراہ لوگوں کے نقش قدم پر چلے ان کے لیے پھر وعید ہے۔ ورنہ پوری سورت میں رحمت ہی رحمت ہے۔ لہٰذا جو شخص بچوں کو قرآن کریم سکھائے تو اس میں بھی بیاسی فیصد رحمت غالب رہنی چاہیے اور اگر بے جا مار پٹائی کی تو قیامت کے دن مواخذہ ہو گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک بڑھیا کی قبر پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ! کس وجہ سے عذاب دیا جارہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلی کے بچے کو ستانے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جارہا ہے۔[۵۱]

---

۵۱ أخرجه البخاری فی صحيحه برقم (۷۴۵) فی باب (بلا ترجمة)، قال: حدثنا ابن أبی مريم، قال: أخبرنا نافع بن عمر، قال: حدثنی ابن أبی مليكة، عن أسماء بنت أبی بكر: أن النبی صلی الله عليه وسلم صلی صلاة الكسوف فقام فأطال القيام ثم ركع فأطال الركوع، ثم قام فأطال القيام، ثم ركع فأطال الركوع ثم رفع ثم سجد فأطال السجود، ثم رفع ثم سجد فأطال السجود، ثم قام فأطال القيام ثم ركع = فأطال الركوع، ثم رفع فأطال القيام، ثم ركع فأطال الركوع، ثم رفع فسجد فأطال السجود، ثم رفع ثم سجد فأطال السجود، ثم انصرف فقال: قد دنت منی الجنة حتی لو اجترأت عليها لجئتكم بقطاف من قطافها ودنت منی النار، حتی قلت: أی رب وأنا معهم فإذا امرأة -حسبت أنه قال- تخدشها هرة، قلت: ما شأن هذه؟ قالوا: حبستها حتی ماتت جوعاً لا أطعمتها، ولا أرسلتها تأكل- وأخرجه أيضاً برقم (۲۳۶۴) فی باب فضل سقی الماء، وابن ماجه فی سننه برقم (۱۲۶۵) فی باب ما جاء فی صلاة الكسوف، والطبرانی فی معجمه الكبير برقم (۱۹۷۳۰)-

وروی عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه مثله-

أخرجه مسلم فی صحيحه برقم (۲۱۴۰) فی باب ما عرض علی النبی صلی الله عليه وسلم فی صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار، وأحمد بن حنبل فی مسنده برقم (۱۴۴۵۷)، والنسائی فی سننه الكبری برقم (۱۸۶۹)، والبيهقی فی سننه الكبری برقم (۶۵۴۸)، وأبو عوانة فی مستخرجه برقم (۱۹۶۴)-

وروی البخاری فی صحيحه برقم (۲۳۶۵) فی باب فضل سقی الماء، عن ابن عمر رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: عذبت امرأة فی هرة حبستها حتی ماتت جوعاً، فدخلت فيها النار، -قال: فقال: والله أعلم-: لا أنت أطعمتها ولا سقيتها حين حبستها، ولا أنت أرسلتها فأكلت من خشاش الأرض-

تو کیا انسانوں کے بچوں کو مارنے پر پکڑ نہیں ہوگی؟ جب یہی بچے کہیں گے کہ ہم نے تو بہت کوشش کی حفظ کرنے کی مگر اس نے ہمیں مار مار کے دُنبہ بنادیا۔ الفاظ کا بھی بچے پر اثر پڑتا ہے، کبھی بچے کو گدھا مت کہو کہ گدھا کہیں کا، نالائق کہیں کا، اسے پیار سے سمجھاؤ کہ بیٹا تم حافظ بنو گے تو ہر ہر حرف پر

تمہیں نیکی ملے گی، تمہارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں جمع ہوجائیں گی۔ ہمارے ہاں جب اسمبلی ہوتی ہے تو وہاں اشعار باقاعدہ پڑھے جاتے ہیں تاکہ بچے کو صبح صبح شوق دلادیا جائے کہ جب وہ قرآن پاک کھول کر بیٹھے تو اسے پتہ چلے کہ مجھے کچھ حاصل ہورہا ہے۔ اور پیٹنے سے پٹتے پٹتے بچہ جب ڈھیٹ ہوجاتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ استاذ کیا کرلے گا مارے گا مارلے۔ تو پیٹ پیٹ کر بچوں کو ڈھیٹ مت کرو۔ ہمارے شیخ کے ہاں ماشاء اللہ سب بچے خوب محنت سے پڑھتے ہیں کوئی مار پٹائی نہیں اور تہجد گذار بھی ہیں اور فجر کی اذان ہوتے ہی بچے اپنا سبق سنادیتے ہیں اور نماز پڑھنے کے بعد تھوڑی سی کچھ ورزش بھی کرتے ہیں، پھر ناشتہ ہوتا ہے اور اس کے بعد بچے سبقی اور منزل وغیرہ سناتے ہیں۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ اصلاح

ایک نواب کا پڑپوتا لایا گیا اور بتایا گیا کہ اس کو ہندوستان کے تمام مدارس میں داخل کیا چونکہ بچے کو گالیاں دینے کی بہت عادت ہے۔ ایک ہی سانس میں سینکڑوں گالیاں دے دیتا ہے۔ نوابیت کا خناس ہے۔ جب حضرت کے ہاں لایا گیا تو ایک استاذ نے کہا کہ نالائق تم نے سبق نہیں یاد کیا۔ تو اس نے سینکڑوں گالیاں دی۔ استاذ کو غصہ تو بہت آیا لیکن حضرت نے چونکہ منع کیا تھا کہ مارنا نہیں اس لیے ڈنڈا اٹھا کر پھر واپس

وأخرجه البيهقي فی سننه الكبرى برقم (۱۰۳۶۳، ۱۶۲۳۳)، والبخاری فی الأدب المفرد برقم (۳۷۹)-
وروى عن أبي هريرة رضی الله عنه مثله- أخرجه أحمد فی مسنده برقم (۱۰۰۳۵)، وأبو يعلى فی مسنده برقم (۵۹۴۲، ۶۰۴۴)، والطبرانی فی معجمه الكبير برقم (۲۸۵) وفی معجمه الأوسط برقم (۵۳۱)-

رکھ دیا اور غصہ کو پی گیا اور فوراً حضرت کو جا کر شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ جب گھنٹہ ختم ہو تو ایک گلاس پانی منگوا کر جتنے بچوں نے قرآن پاک پڑھا ان سب سے پانی پر دم کرانا اور اس بچے کو پلانا اور یہ دعا کرنا کہ یا اللہ ! اس بچے کو گالی بکنے کی عادت ہے اپنے اس کلام پاک کی برکت سے اس کی گالی دینے کی عادت کو چھڑا دیجئے ۔ اگلے روز پھر اس نے گالی دی۔ جب گھنٹہ ختم ہوا تو سب بچوں نے پانی پر دم کیا اور اس کو پلا دیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا لیکن چوتھے دن جب استاذ نے سبق نہ یاد ہونے پر ڈانٹا تو لڑکا بالکل خاموش رہا، کوئی گالی نہیں دی۔ اور پھر ایک ہفتہ تک گالی نہیں دی تو اس کے دوسرے ساتھیوں نے اس سے پوچھا کہ اب تم گالی کیوں نہیں دیتے ہو؟ اس نے کہا کہ تم سب لوگ مجھے اپنا تھوکا ہوا پانی پلاتے ہو۔ بتایئے ! نفسیاتی علاج کیسا ہوا کہ اس کی برسوں پرانی بیماری ختم ہو گئی۔ اگر اس کی پٹائی کی جاتی تو وہ پٹ پٹ کر تو عادی ہو چکا تھا کبھی شفاء نہ ہوتی۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک قاری صاحب آئے لوگوں نے شکایت کی یہ قاری صاحب بہت مارتے ہیں حضرت نے ان کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ آپ نے اصلاحی تعلق مجھ سے قائم کیا ہے اور بچوں کو بہت مارتے ہیں، بہت اچھا اور ایک بہترین قسم کا بیت منگوایا کہ جہاں لگ گئی وہیں کھال اتر گئی اب تو قاری صاحب بہت خوش ہوئے اور جانے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو پوری بات سن لو جب تم کو غصہ آئے اور کسی بچے کی پٹائی کرنے لگو تو پہلے اس کو اپنی ران پہ مارنا زور سے تمہاری عمر تیس سال ہے اور جس بچے کو تم پیٹتے ہو اس بیچارے کی عمر کوئی دس سال کا ہے کوئی پندرہ سال کا ہے اور سوچو کہ جب تم کو اتنی تکلیف ہو رہی ہے تو اس بیچارے بچے کو کتنی تکلیف ہو گی اب جناب گئے اور جب غصہ آیا تو پہلے اپنی ران پر مارا تو تھوڑی دیر تک سہلاتے رہے اور پھر اس بچے کو کہا جا نالائق کہیں کا سبق یاد کر کے آ۔ پندرہ بیس دن کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ بھئی قاری صاحب کا کیا حال ہے تو معلوم ہوا کہ قاری

صاحب کسی حکیم کے پاس جا کر تیل لے کر آئے ہیں اور رات بھر ران کی مالش کرتے ہیں پھر بچوں کو مارنا انہوں نے چھوڑ دیا کہ جب اپنی ران اتنی سوجھ گئی تو بچوں کا کیا حال ہوتا ہو گا لیکن رات کو اٹھ کر اللہ سے گڑ گڑا کر مانگنا شروع کر دیا تو سب بچے ماشاء اللہ بہترین حفاظ بننے لگے۔

معمر کے لیے قرآن پاک حفظ کرنے کا آسان طریقہ

ہمارے شیخ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو قرآن کریم حفظ کرنے کی کتنی فضیلت ہے اور دنیا میں مایوسی ہے ہی نہیں اس معاملے میں بوڑھے سے بوڑھا بھی حافظ قرآن بن سکتا ہے لوگوں نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمایا کہ ایک آیت تو یاد کر سکتے ہو روزانہ، کہا کہ حضرت یہ تو بہت آسان ہے ہر روز ایک آیت یاد کرلی، فرمایا کہ ایک آیت روز یاد کر لیا کرو چالیس دن میں چالیس آیات ہو جائیں گی اگر آپ پورے حافظ بن گئے تو فبہا اور اگر حافظ نہ بنے اور آپ کا انتقال ہو گیا تو انشاء اللہ فرشتے آپ کو قرآن یاد کرائیں گے، اللہ کے دربار میں آپ حافظ قرآن بن کے جائیں گے چونکہ آپ نے اپنی کوشش کر لی، اپنی محنت کر لی آپ سے جو کچھ ہو سکتا تھا کر لیا کہ ایک ایک آیت روزانہ یاد کر رہے ہیں پھر ایک رکوع ہو گیا کسی استاذ کو سنا دیا پھر اگلا رکوع شروع کر دیا کتنے لوگ ہیں انہوں نے پورا قرآن اسی طرح حفظ کر لیا حضرت کے یہاں تو مستقل ہر ایک کو لگا دیا تھا عجیب عجیب واقعات وہاں ہیں۔

تعلیم قرآن کا ایک انوکھا انداز

ہمارے شیخ حضرت ہردوئی کے ہاں حفظ کے استاذ قاری امیر حسن صاحب ہیں ان کی عمر بھی ماشاء اللہ اسّی برس کے قریب ہے، یہاں بھی تشریف لا چکے ہیں، وہ پینسٹھ سال سے وہاں پڑھا رہے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے بالکل ابتدائی خلفاء میں سے ہیں، انہوں نے مجھے اپنی کلاس میں بلایا اور فرمایا کہ بچوں کو ذرا

نصیحت کر دیجئے اور پھر اپنے نو اسوں کو بلایا اور کہا کہ ان پر دم کر دیجئے اور ان کا قرآن پاک بھی سن لیجئے کہ کیسا پڑھتے ہیں ؟ اور بچوں کو بھی بلایا تو ایک بچے کی غلطی آئی تو وہ وہیں اٹک گیا آگے چل ہی نہیں پارہا۔ قاری صاحب نے چیخ ماری اور رونے لگے اس بچے نے پاؤں پکڑ لیے اور معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا جی قاری صاحب ! میں ابھی یاد کرکے آیا۔ قاری صاحب کہنے لگے بیٹا تمہارا قصور نہیں میرا قصور ہے، میری کوتاہی کی وجہ سے تمہیں یاد نہیں ہوا، مین تو اپنے اللہ سے فریاد کر رہا ہوں کہ اس بچے کو میری نحوست کی وجہ سے سبق یاد نہیں ہوا۔ وہ بچہ کہنے لگا میں ابھی یاد کرکے پانچ منٹ میں سنا دیتا ہوں اور معلوم ہوا کہ وہ قاری صاحب رات بھر روتے رہتے ہیں کہ میری نحوست کی وجہ سے بچوں کو قرآن یاد نہیں ہوتا، پانچ منٹ کے بعد وہ بچہ آیا اور جناب اس نے سنا دیا۔ اب قاری صاحب نے اس کو ایک ٹافی دی۔ ایک بچے کو جب اس قدر محبت سے پڑھایا جاتا ہے تو وہ بچہ جب اپنے گھر جاتا ہے اور بچوں کو بھی کھینچ کر لاتا ہے۔ اب ایک بچے کو مدرسے میں لاتے ہیں اور چھ بچوں کو اسکول میں داخل کراتے ہیں اور وہ چھ بچے آکر بتلاتے ہیں کہ آج ہم کو اسکول میں یہ انعام ملا، یہ ٹافی ملی وغیرہ اور یہ بچہ جب مدرسے سے گھر جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ قمیص اٹھا کر اپنے مار کے نشانات دکھا کر کہتا ہے کہ مجھے یہ ملا ہے۔ بچوں کو شفقت سے پڑھانا چاہئے تاکہ لوگ دین کی طرف آئیں دین سے نفرت نہ کریں۔

تعلیم قرآن میں شانِ رحمت غالب ہونی چاہیے

ایک قصائی بکری کو ذبح کرنے کے لیے لے جارہا تھا اور وہ بکری زور زور سے چلا رہی تھی۔ ایک بچہ مسجد کے پاس چپکا بیٹھا تھا، جب وہ قصائی اس بچے کے قریب سے گذرا تو اس بچے نے پوچھا کہ بکری اتنا کیوں چلا رہی ہے۔ قصائی نے کہا کہ میں اس کو ذبح کرنے کے لیے لے جارہا ہوں۔ اس بچے نے کہا تو پھر اتنا کیوں چلا رہی ہے ؟ میں

نے سمجھا شاید قاری صاحب کے پاس لے جارہے ہو۔ یعنی بچے کے نزدیک ذبح کرنا یہ بھی کم سزا ہے بنسبت قاری صاحب کے پاس لے جانے کے۔ لہٰذا بچوں کو شفقت و محبت سے پڑھانا چاہئے تو بچے جا کر اسکولوں سے اور بچوں کو لے کر آئیں گے کہ دیکھو! ہمارے قاری صاحب کتنی شفقت و محبت سے پڑھتے ہیں۔ سب بچے حافظ قرآن ہورہے ہیں۔ لیکن قراء کرام کی چونکہ ان کے اساتذہ نے پٹائی کی ہوتی ہے اس کفارے کو ادا کرنے کے لیے وہ بچوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ اگر غلطی ایک کی آتی ہے تو اس کو نہیں مارتے بلکہ ایک طرف سے شروع کرتے ہیں اور تمام بچوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ ان کا پٹائی کرنے کا قاعدہ ہی یہی ہے۔ وہ بچے جنہوں نے سبق یاد کرلیا ہو ان کو نہیں مارنا چاہئے، یہ ظلم ہے۔ ہمارے شیخ کے ہاں اساتذہ کی تربیت کا خصوصی اہتمام تھا۔ مہینے میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن صبح سے شام تک اساتذہ کی تربیت کی جاتی تھی، ان کو سمجھا یا جاتا تھا کہ کس طرح پڑھانا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، احکم الحاکمین کا کلام ہے، آپ سوچو کہ جب بادشاہ وقت کسی کو اپنے خطوط لکھنے کے لیے اپنا مقرب بنالیتا ہے تو وہ کیسے لکھ رہا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لیے تمہیں پڑھانے کے لیے منتخب کیا ہے، یہ سوچنا چاہئے کہ یہ معصوم بچے ہیں میرے پاس آئے ہیں اللہ کا کلام سیکھنے کے لیے تو کیسی محبت کے ساتھ پڑھانا چاہئے اگر کوئی بادشاہ اپنے بچے کو بھیج دے پڑھانے کے لیے تو اس کو کیسے پڑھاؤ گے؟ سوچو ذرا! پس ان بچوں کو بھی شہزادہ سمجھ کے پڑھاؤ۔

الحمدللہ میرے اوپر شفقت غالب رہتی ہے۔ ہمارے یہاں جتنے بچے ہیں سب کا مجھے علم ہے کہ کون آسودہ حال ہے؟ کون غریب ہے؟ ان کو بلا کے کبھی کپڑے کبھی ٹوپی یعنی کوئی نہ کوئی چیز ہمارے یہاں طلبہ کو ملتی رہتی ہے۔ قربانی کے پائے گھر میں کھائے تو خیال آیا کہ طلبہ کو بھی کھلانا چاہئے تو اگلے روز الحمدللہ سب طلبہ کے لیے پائے پکے۔ اور اگر نہاری کھائی تو میں نے کہا طلبہ کے لیے نہاری پکنی چاہئے۔ ہمارے رئیس بھائی کہنے لگے کہ سات ہزار روپے کا تو اس میں صرف مسالہ جات کا خرچ آئے گا۔ میں نے کہا یہ لو سات ہزار روپے ایک طالب علم اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر گھر بار کو

چھوڑ کر مدرسے میں آیا ہے ہم ذائقے دار کھائیں اور طلبہ کو معمولی کھلائیں۔ ہماری والدہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب میں کبھی گھر مچھلی لے کر آتا تو فرماتی تھیں کہ اس وقت تک گھر میں مچھلی نہیں پکے گی جب تک کہ طلبہ کے لیے بھی نہیں لاؤ گے۔ پھر دوبارہ جا کر طلبہ کے لیے بھی مچھلی لے کر آتا اور پہلے ان کے لیے پکتی تب جا کے گھر مچھلی پکتی تھی۔ اس وقت تو طلبہ کم تھے جب ان کے لیے پک جاتی تھی تب والدہ کہتی تھی کہ اب گھر میں بھی پکاؤ۔ جب تک مہتمم طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح نہیں سمجھے گا اس کو چین حاصل نہیں ہو سکتا۔ الحمد للہ! ہمارے یہاں سے کوئی بچہ مار کے خوف سے تعلیم چھوڑ کر آج تک نہیں بھاگا۔ محبت و شفقت کا غلبہ ہونا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کے بھیجے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو سامنے سے آرہا ہے یہ اپنی قوم کا بدترین شخص ہے۔ صحابہ کرام نے اس کی طرف دیکھا اور وہ شخص جب قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہوئے اور اس کے لیے چادر بچھوائی اور اس کا اکرام کیا اور جب وہ چلا گیا تو صحابہ کرام کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کا بدترین شخص ہے تو آپ نے اس کا اکرام کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے فرمایا کہ یہ تو میں نے اس کے اخلاق بیان کئے تھے کہ وہ اپنی قوم کا بدترین شخص ہے اور میں اس کی وجہ سے اپنے اخلاق کیوں خراب کروں۔[۵۲]

۵۲؎ أخرجه البخاری فی صحیحه برقم (٦١٣١) فی باب المداراة مع الناس، قال: حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا سفيان، عن ابن المنكدر حدثه عروة بن الزبير: أن عائشة أخبرته: أنه استأذن على النبی صلى الله عليه وسلم رجل، فقال: ==ائذنوا له، فبئس ابن العشيرة، أو بئس أخو العشيرة، فلما دخل ألان له الكلام، فقلت له: يا رسول الله قلت ما قلت ثم ألنت له فی القول، فقال: أی عائشة! إن شر الناس منزلة عند الله من تركه، أو ودعه الناس اتقاء فحشه۔

وأخرجه مسلم فی صحیحه برقم (٦٧٦١) فی باب مداراة من يتقی فحشه، وأبو داود فی سننه برقم (٤٧٩٣) فی

صحبت اہل اللہ حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے

تو میں بیان کر رہا تھا کہ **یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** اے ایمان والو! الحمد للہ ہم سب اس میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی استحقاق کے بغیر مانگے، ہم نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا کہ ہم کو ایمان عطا فرمائیے، ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ آگے فرمایا **اِتَّقُوا اللّٰہَ** تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کس چیز کا نام ہے؟ تقویٰ کہتے ہیں **کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی** نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا۔ یہ چیز ایک مدت اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ جہاں تنہائی ہوئی کمرے میں کوئی چھوٹا بچہ آ گیا تو شیطان فوراً وہاں پہنچ جاتا ہے اور ایک منٹ میں اس کو ننگ یزید بنا دیتا ہے۔ تقویٰ بہت مجاہدات کے بعد اہل اللہ کی صحبت میں آنے جانے سے حاصل ہوتا ہے پھر اگر اس سے بد نگاہی ہو جاتی ہے ذرا نگاہ اٹھتی ہے تو فوراً سوچتا ہے کہ یہ میری ماں سے بھی محترم ہے، میری بہن سے زیادہ محترم ہے، میری بیٹی سے زیادہ محترم ہے۔ اتنے میں شیطان بھاگ جاتا ہے کہ میں تو اس کو اللہ سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا یہ تو اور زیادہ اللہ کے قریب ہو گیا نگاہ جھکا کر اس نے جب تین دفعہ **أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ** کہا تو اور زیادہ مقرب باللہ ہو گیا، دیکھا متقی رہنا آسان ہو گیا کہ نہیں لیکن تقویٰ ملے گا کہاں سے؟ حضرت عمر رضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

لِکُلِّ شَیْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰی قُلُوْبُ الْعَارِفِیْنَ [۵۳]

باب فی حسن العشرة، والترمذی فی سننه برقم (۱۹۹۶) فی باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض، وأحمد فی مسنده برقم (۲۴۱۵۲)، وابن حبان فی صحیحه برقم (۴۵۳۸)، والبیهقی فی سننه الکبری برقم (۲۶۱۸۲)، وفی شعب الإیمان برقم (۷۰۴۷)، والبغوی فی شرح السنة برقم (۳۵۶۳)، وإسحاق بن راهویه فی مسنده برقم (۸۳۲)، والحمیدی فی مسنده برقم (۲۶۴)، وابن عساکر فی معجم شیوخه برقم (۴۱۲، ۱۲۶۵)۔

[۵۳] أخرجه الطبرانی فی معجمه الکبیر برقم (۱۳۰۰۷) قال: حدثنا أبو عقیل أنس بن سلم الخولانی، حدثنا محمد بن رجاء السختیانی، حدثنا منبه بن عثمان، حدثنی عمر بن محمد بن زید، عن سالم بن

ہر شے اپنے مرکز سے ملتی ہے۔ سونا سونے کی کان سے ملے گا کوئلہ کوئلے کی کان سے ملے گا۔ پٹرول پٹرول کے مرکز سے ملے گا تو تقویٰ کا مرکز عارفین کے قلوب ہیں، ان کے قلوب سے تقویٰ کی دولت حاصل ہوگی۔ صحابہ کرام کو جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل ہوا۔ اس زمانے میں بخاری شریف، ترمذی شریف، ابو داؤد، ابن ماجہ ان کتابوں کا تو وجود ہی نہیں تھا لیکن سارے محدثین مل کر کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام بیٹھے، آپ کی نظر مبارک ان پر پڑی، ایک سکینڈ میں فرش سے عرش پر پہنچ گئے، اللہ تعالیٰ نے اپنی آغوش رحمت میں ان کو اٹھا لیا، اپنی دوستی اور ولایت کا سب سے اونچا مقام عطا فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ[۵۴] اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ رفعت

بتایئے! جو رُتبہ صحابہ کرام کو ملا تھا وہ مرتبہ قیامت تک کسی کو مل سکتا ہے؟ ہر جمعہ میں یہ پڑھا جارہا ہے اور قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ[۵۵] یعنی اِتَّقِ اللّٰهَ اِتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق اپنی زبان

عبد الله، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكل شئ معدن، ومعدن التقوى قلوب العارفين۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (۴۳۳۰)۔

۵۴؎ البينة: ۸

۵۵؎ أخرجه الترمذي في سننه برقم (۳۸۶۲) في باب (بلا ترجمة) قال: حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد، حدثنا عبيدة بن أبي رائطة، عن عبد الرحمن بن زياد، عن عبد الله بن مغفل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه۔ قال أبو عيسى: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (۲۰۵۶۸، ۲۰۵۹۶)، وابن حبان في صحيحه برقم (۷۲۵۶)، والبغوي في شرح السنة برقم (۳۸۶۰)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (۱۴۲۴)، والروياني في مسنده برقم (۸۹۰)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (۷۳)۔

مت کھولنا۔ وہ ملعون لوگ ہیں جو صحابہ کرام کے بارے میں زبان کھولتے ہیں ان کی زبان اس قابل ہے کہ اس کو ٹانگ دیا جائے اور جو ان پر قلم اٹھاتے ہیں ان کی مثال بھنگیوں کی سی ہے کوئی بھنگی، جمعدار جو پاخانہ اٹھانے والا ہے وہ اگر کسی شہزادے کے بارے میں کچھ کہے تو لوگ کیا کہیں گے کہ تو بھنگی ہے، جمعدار ہے تیرا کام تو پاخانہ اٹھانا، تمہاری کیا مجال ہے کہ تو ایک شہزادے کو برا کہے:

{اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ}[۵۶]

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ[۵۷]

میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی اقتداء کرلوگے نجات پاجاؤگے۔

ان پر مہر لگی ہوئی ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ[۵۸] کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اب اگر دنیا بھر کے شیاطین صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کریں ایسا شخص ملعون ہے، خبیث ہے، مردود ہے، یہ مردودیت کی علامت ہے۔ ساری دنیا کے علماء محدثین و مفسرین اور تابعین سب کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسری طرف ایک ادنیٰ صحابی جس کو پڑھنا لکھنا بھی نہ آتا ہو تو اس کا پلڑا جھک جائے گا۔ کیونکہ آفتاب رسالت کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آفتاب نبوت نے اپنی نگاہ مبارک سے اس کو دیکھا ہے۔ اور صحابی کا دیکھنا بھی ضروری نہیں، حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضي اللہ عنہ نابینا صحابی تھے صرف آپ صلی

---

۵۶ انظر التخریج السابق۔

۵۷ تقدم تخریجه في ص۹۸

۵۸ البينة: ۸

اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے ان کو صحابیت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ اس زمانے میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اتنے بڑے بزرگ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لیے ان سے دعا کرانا لیکن صحابیت کا مقام ان کو نہیں ملا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک ان پر نہیں پڑی تھی۔

اہل اللہ کا وجود قیامت تک رہے گا

جب اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو تو قیامت تک اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو باقی رکھیں گے جو متبعِ سنت ہوں گے، ہر ہر عمل ان کا سنت کے مطابق ہو گا۔ یہ اہل اللہ، اللہ کا نام لینے والے جس دن روئے زمین پر نہیں ہوں گے تو قیامت آجائے گی۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کتنی دور سے سفر کر کے تھانہ بھون آئے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ حضرت خطوط کے جوابات لکھ رہے تھے اور کچھ دیر دیکھنے کے بعد واپس ہوئے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا کہ خواجہ صاحب! آپ اتنی دور سے آئے ہو حضرت سے ملاقات تو کر لو، فرمایا کہ میں سرکاری ملازم ہوں مجھے وقت پر پہنچنا ہے، جس کو راضی کرنے کے لیے آیا تھا اس نے آسمان سے دیکھ لیا۔ اور جو کچھ مجھے حاصل کرنا تھا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے حاصل کر لیا۔ پھر یہ مصرعہ پڑھا

آنکھوں کی تم نے پی نہیں آنکھوں سے تم نے پی نہیں

صحابہ کرام نے آنکھوں سے پیا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ جن کے بارے میں آتا ہے کہ خَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ بِالتَّحْقِيقِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کہ نبوت کے بعد سب سے اونچا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ابو

بکر صدیقؓ کو عطا فرمایا حالانکہ ان سے سب سے کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ بتایئے! حدیث کی روایات کم لیکن مقام و مرتبہ سب سے اونچا۔ کیونکہ صحبت سب سے زیادہ اٹھائی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے پانچ ہزار تین سو چو نہتر روایتیں نقل کیا جاتی ہیں۔ دین مختلف راویوں سے پھیلا ہے۔ لیکن مرتبہ سب سے اونچا حضرت ابو بکر صدیق کو عطا فرمایا کیونکہ صحبت سب سے زیادہ اٹھائی تھی۔ آج جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں زیادہ آنا جانا رکھتے ہیں ان سے زیادہ فیض ہوتا ہے۔ مدارس سے فارغ ہو کر عالمِ منزل تو ہو جائیں گے مگر بالغ منزل نہیں بن سکتے بالغِ منزل جب ہوں گے جب کسی سچے اللہ والے کی صحبت اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہیں اگر چاہتے تو ہر گھر میں قرآن نازل فرمادیتے لیکن سنۃ اللہ یہ نہیں ہے۔ آسمانی کتب چار ہیں توریت، انجیل، زبور اور قرآن کریم لیکن انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ کتاب اللہ جب سمجھ میں آئے گی جب رجال اللہ سمجھانے والے ہوں گے۔ اگر رجال اللہ نہ ہوتے تو ہر شخص اپنے مطلب کا معنیٰ نکال کر اس پہ عمل کرتا۔ ایک دیہاتی تھا قرآن پاک کا ترجمہ غلط کیا کرتا تھا، جہاں میمنوں کا مجمع ہوتا تھا تو کہتا تھا کہ دیکھو میمنو! قرآن پاک میں ہے کہ فَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ [الواقعۃ:۸] ارے میرے میمنو! کہاں ہو تم لوگ؟ اب جناب سب میمن بہت خوش ہوتے اور خوب مال دیتے۔ ایک گھنٹے میں ایک کروڑ روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ بتایئے! قرآن پاک کے اندر تحریف کر دی۔

مناقب حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ

{عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ

وَسَلَّمَ اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ}[۵۹]

اس حدیث پاک کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه ہیں جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔[۶۰] اگر مختلف راویوں سے لی جائیں تو ایک لاکھ سے زائد بن جاتی ہیں گویا سب سے زیادہ احادیث ان ہی سے روایت کی جاتی ہیں۔ بہت بڑے محدث وفقیہ اور زاہد و

عابد، ساری خصوصیات اللہ نے ان کو عطا فرمائی۔ قبیلۂ دوس سے تعلق تھا۔ یمن کے رہنے والے تھے اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کو الیمانی الدوسی لکھا ہے۔[۶۱] سن سات ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی علامات اور اطلاعات ان کو ملیں تو اسلام قبول کرنے کے لیے اپنے ایک خادم کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔[۶۲] مدینہ منورہ پہنچے خادم راستے میں ان سے بچھڑ گیا بہت پریشان ہوئے۔ لیکن جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہیں ہیں بلکہ خیبر تشریف لے جاچکے ہیں اور جنگ خیبر شروع ہو رہی ہے تو فوراً وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جو خادم ان سے بچھڑ گیا تھا وہ پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا

---

۵۹ أخرجه مسلم فی صحيحه برقم (۵۶۷۰) فی باب كراهية الكلب والجرس فی السفر، قال: وحدثنا يحيي بن أيوب وقتيبة وابن حجر، قالوا: حدثنا إسماعيل -يعنون ابن جعفر- عن العلاء، عن أبيه، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الجرس مزامير الشيطان- (وفی رواية مزمار الشيطان)- وأخرجه أحمد فی مسنده برقم (۸۸۳۸، ۸۷۶۹)، والنسائی فی سننه الكبری برقم (۸۷۶۱)، وأبو يعلی فی مسنده برقم (۶۵۱۹)، والبيهقی فی سننه الكبری برقم (۱۰۶۲۵)، وأبو داود فی سننه برقم (۲۵۵۸)، وابن خزيمة فی صحيحه برقم (۲۵۵۴)، وابن حبان فی صحيحه برقم (۴۷۰۴)، والحاكم فی المستدرك برقم (۱۶۲۹)-

۶۰ كما قال الذهبی فی سير أعلام النبلاء (۶۳۲/۲): مسنده: خمسة آلاف وثلاث مائة وأربعة وسبعون حديثاً-

۶۱ قال البخاری فی تاريخه الكبير برقم الترجمة (۱۹۳۸): عبد شمس أبو هريرة الدوسی اليمانی رضی الله عنه نزل المدينة-

۶۲ كما قال الذهبی فی سير أعلام النبلاء (۵۹۰/۲): ولما هاجر كان معه مملوك له، فهرب منه-

ہے اور وہ ان سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکا ہے۔[63] اب حضرت ابو ہریرہؓ وہاں پہنچ کر اسلام قبول کرتے ہیں ان کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد شمس تھا سورج کا بندہ لیکن اسلام لانے کے بعد ان کا نام علامہ محی الدین زکریا نووی رحمہ اللہ نے پینتیس اقوال سے عبد الرحمن ثابت کیا ہے۔[64] حضرت عبید اللہ بن رافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کا نام ابو ہریرہ کیسے مشہور ہوا؟ تو فرمایا کہ میں نے چونکہ بکریاں پال رکھی تھیں بکریاں چرانا میرا مشغلہ تھا اور مشغلے کے طور پر میں نے ایک بلی کا بچہ بھی اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ دن کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور رات کو درخت کے اوپر بٹھا دیتا تھا۔ میں بکریاں چرا رہا تھا اور وہ بلی کا بچہ میں نے اپنی آستین میں چھپا رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی آستینیں چوڑی ہوا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک پڑی تو پوچھا **مَا هٰذَا فِيْ كُمِّكَ ؟** یہ تمہاری آستین میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا **هِرَّةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** بلی ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی وقت یہ لفظ نکلا **يَا أَبَا هُرَيْرَة،**[65] **هُرَيْرَة** اسم تصغیر ہے **هِرَّةٌ** کی، یعنی بلی کے چھوٹے سے بچے

---

٦٣ وقال الذهبي في موضع آخر (٦٢٢/٢): إسماعيل بن أبي خالد، عن قيس، عن أبي هريرة قال: لما قدمت على النبي صلى الله عليه وسلم قلت في الطريق: يا ليلة من طولها وعنائها، على أنها من دارة الكفر نجت، قال: وأبق لي غلام، فلما قدمت وبايعت، إذ طلع الغلام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: هذا غلامك يا أبا هريرة؟ قلت: هو حر لوجه الله فأعتقته۔

٦٤ قال النووي في تهذيب الأسماء واللغات(٨٦١/١) : أبو هريرة رضي الله عنه، اختلف في اسمه اختلافاً كثيراً جداً، قال الإمام الحافظ أبو عمر ابن عبد البر: لم يختلف في اسم أحد في الجاهلية ولا في الإسلام كالاختلاف فيه، وذكر ابن عبد البر أيضاً أنه اختلف فيه على عشرين قولاً، وذكر غيره نحو ثلاثين قولاً، واختلف العلماء في الأصح منها، والأصح عند المحققين الأكثرين ما صححه البخاري وغيره من المتقنين أنه عبد الرحمن بن صخر۔

٦٥ أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٨٤٠) في باب مناقب لأبي هريرة رضي الله عنه، قال: حدثنا أحمد بن سعيد المرابطي، حدثنا روح بن عبادة، حدثنا أسامة بن زيد عن عبد الله بن رافع قال: قلت لأبي هريرة: لم كنيت أبا هريرة؟ قال: أما تفرق مني؟ قلت: بلى والله إني لأهابك، قال: كنت أرعى غنم أهلي فكانت لي هريرة صغيرة، فكنت أضعها بالليل في شجرة، فإذا كان النهار ذهبت بها معي،

کے باپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ غُلِبَتِ الْكُنِّيَّةُ كَمَا لَا اسْمَ لَهٗ کنیت ایسی غالب آگئی کہ آج لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے اور یہ سلسلہ قیامت تک چل رہاہے کہ اللہ والوں کی زبان سے جو لفظ نکل جاتا ہے وہی غالب ہو جاتا ہے اور بہت سے ان کا نام بھی نہیں جانتے۔ جیسے ہمارے میر صاحب ہیں، میر صاحب کا نام تو بس میر صاحب ہی جانتے ہیں۔ اصل نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔ چونکہ والد صاحب نے اپنے اشعار میں ان کو میرؔ کے نام سے خطاب کیا ہے پس میر صاحب ہی کے نام سے مشہور ہیں اور اصل نام بہت کم لوگ جانتے ہیں۔

سب سے زیادہ حدیث پاک یاد ہونے کی وجہ کیا تھی؟ وَكَانَ يَدُوْرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ دَارَ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت چپکے رہتے تھے، جہاں صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے یقین کر لیتے تھے کہ یہیں پر ابو ہریرہ بھی موجود ہیں اور جہاں حضرت ابو ہریرہ کو دیکھ لیتے تھے تو یقین کر لیتے تھے کہ یہیں قریب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہوں گے۔ ان کا حافظہ پہلے بہت کمزور تھا، ان کو حدیث یاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے جاکر شکایت کی يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَسْمَعُ أَشْيَاءَ كَثِيْرَةً آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں فَلَا أَحْفَظُهُنَّ لیکن مجھے یاد نہیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کیا نکلا اُبْسُطْ رِدَآئَكَ کہ اپنی چادر کو پھیلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فَبَسَطْتُ رِدَآئِيْ میں نے اپنی چادر پھیلائی فَحَدَّثَ حَدِيْثًا كَثِيْرَةً اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ساری احادیث بیان فرمائیں فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد پھر میں کوئی حدیث نہیں بھولا، جو حدیث

فلعبت بها، فكنوني أبا هريرة- قال: هذا حديث حسن غريب-

وأخرجه أبو نعيم في معرفة الصحابة برقم (۴۲۳۳)-

سن لی اسی وقت یاد ہو گئی۔[۲۶]

کمپیوٹر تو آج ایجاد ہوا ہے کہ کروڑوں قسم کے پروگرام اس میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور وہ مخلوق کا بنایا ہوا ہے دماغ تو خالق کا پیدا کیا ہوا ہے نہیں تھی آپ نے وہاں جا کر اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کرنے کے بعد باہر آکر من وعن پوری کتاب لکھ دی۔ کیسا حافظہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ **وَكَانَ رَاغِباً فِي الْعِلْمِ وَرَاغِيًا فِيْ شَرِّ بَطَنِهٖ** کہ علم کے حریص تھے۔ اور پیٹ کی روٹیوں پر پڑے ہوئے تھے۔ کسی صحابی نے کچھ دے دیا کھا لیا ورنہ اصحاب صفہ کے چبوترے پر پڑے ہوئے ہیں اور احادیث یاد کر رہے ہیں اور دوسروں کو سنا رہے ہیں اور حدیث کو پھیلا رہے ہیں۔ مروان بن حکم امیر مدینہ کو ایک مرتبہ خیال گذرا کہ حضرت ابو ہریرہ اتنی زیادہ حدیث بیان کرتے ہیں کیا واقعی ان کو یاد ہے یا ایسے ہی سناتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بطور امتحان آپ کو طلب کیا آپ تشریف لے گئے تو مروان بن حکم نے چادر لگوا کر تین کاتب پیچھے بٹھا دئے اور حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کچھ احادیث مبارکہ مجھے بھی سنا دیجئے۔ عاشق کو کیا چاہئے بس اشارہ چاہئے وہ تو بس اس انتظار میں رہتے تھے کہ کوئی سننے والا ہو تو میں سناؤں۔ چنانچہ آپ نے شروع کر دیا اور گھنٹوں احادیث سناتے رہے اور آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ پردے کے پیچھے بیٹھے کاتب سب لکھ رہے ہیں۔ کئی گھنٹوں کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ چھ ماہ گذرنے کے بعد دوبارہ پھر مروان بن حکم نے آپ کو طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! وہ احادیث جو چھ ماہ قبل آپ نے سنائی تھیں اس میں سے کوئی ایک دو حدیث

---

[۲۶] أخرجه الترمذی فی سننه برقم (۳۸۳۵) فی باب مناقب لأبی هريرة رضی الله عنه، قال: حدثنا أبو موسى محمد بن المثنی، حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا ابن أبی ذئب، عن سعيد المقبری، عن أبی هريرة قال: قلت: يا رسول الله! أسمع أشياء فلا أحفظها، قال: ابسط ردائك، فبسطت فحدث حديثا كثيراً فما نسيت شيئاً حدثنی به- قال: هذا حديث حسن صحيح-

یاد ہے؟ تو فرمایا کہ کیا اسی ترتیب سے سناؤں جیسے پہلے سنائی تھیں یا ترتیب میں فرق کردوں؟ تو مروان بن حکم نے پوچھا کہ کیا اسی ترتیب سے آپ سنا سکتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ کاتب پھر پیچھے بیٹھ گئے۔ وہ گھنٹوں احادیث سناتے رہے یہاں تک کہ جتنی احادیث سنائی تھیں پوری کی پوری دوبارہ سنادیں۔ مروان بن حکم نے کاتبین کو بلوایا اور پوچھا کہ بتاؤ! کیا فرق ہے؟ انہوں نے کہا کہ کہیں ذرا برابر فرق نہیں، نہ ترتیب میں، نہ زیر زبر میں، کہیں فرق نہیں۔ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی جب آپ نے دعا دے دی تو کمپیوٹر تو آج ایجاد ہوا ہے اور دماغ تو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه خود بھی کچھ عرصہ امیر المؤمنین رہے [۶۷]

لیکن طبعاً چونکہ مزاج میں مزاح بہت زیادہ تھا۔ اپنا کام خود کرتے تھے کسی خادم سے نہیں لیتے تھے۔ جنگل جاکر ایک من لکڑیاں کاٹ کر پورا گٹھر اپنی کمر پر لاد کر تشریف لاتے اور مسجد نبوی کے قریب جہاں ایک بازار لگتا تھا وہاں پہنچ کر زور سے آواز دیتے تھے، ہٹو بچو راستہ دو امیر مدینہ آرہا ہے [۶۸] تو سب صحابہ ہنس پڑتے تھے۔ لکڑیاں کاٹ کر خود اپنی پشت پر رکھی ہوئی ہیں اور مزاح کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ امیر مدینہ آرہا ہے راستہ دو گورنر صاحب تشریف لارہے ہیں۔ کیا شان تھی ان صحابہ کرام کی۔ آپ کا رنگ بالکل سفید و سرخی مائل تھا **وَكَانَ لَوْنُهٗ أَبْيَضَ وَلِحْيَتُهٗ حَمْرَآءَ** [۶۹] آپ کی داڑھی سرخی مائل تھی یعنی وہ مہندی لگایا کرتے تھے۔ بہت سے صحابہ مہندی استعمال کیا کرتے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه بھی مہندی لگایا

---

۶۷ كما فی سیر أعلام النبلاء (۲/۶۱۴): كان مروان ربما استخلف أبا هريرة على المدينة، فيركب حماراً ببرذعة، وفی رأسه خلبة من ليف، فيسير، فيلقى الرجل فيقول: الطريق! قد جاء الأمير۔

۶۸ كما فی سیر أعلام النبلاء (۲/۶۱۴): عمرو بن الحارث عن يزيد بن زياد القرظی، حدثنی ثعلبة بن أبی مالك القرظی، قال: أقبل أبو هريرة فی السوق يحمل حزمة حطب، وهو يومئذ خليفة لمروان، فقال: أوسع الطريق للأمير۔

۶۹ كما قال الذهبی فی سیر أعلام النبلاء (۲/۵۸۶): وقال ابن سيرين: كان أبو هريرة أبيض، ليناً، لحيته حمراء۔

کرتے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مروان بن حکم مزاج پرسی کے لیے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ زار و قطار رو رہے ہیں تو مروان بن حکم کو تعجب ہوا کہا کہ آپ صحابی رسول ہو کر موت سے ڈر رہے ہیں، موت کے خوف سے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں فَإِنِّیْ لَا أَبْکِیْ عَلٰی دُنْیَاکُمْ یَا مَرْوَانُ اے مروان بن حکم! میں تمہاری دنیا کے چھوٹنے کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں وَلٰکِنْ أَبْکِیْ عَلٰی ضُعْفِ سَفَرٍ وَقِلَّةِ زَادٍ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ میرا طویل سفر شروع ہونے والا ہے اور میرے پاس زادِ راہ کچھ نہیں ہے۔ میرے پاس اعمال کی کمی ہے۔[70] سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے سب سے بڑے محدث ان کی یہ شان ہے۔ پھر آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أُحِبُّ لِقَآئَكَ اے اللہ! میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں فَأَحْبِبْ لِقَآئِیْ آپ بھی میری ملاقات کو پسند فرمالیجیے۔ یہ کہتے ہوئے اور کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔[71] دیکھیے! صحابی رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی مہر لگی ہوئی ہے لیکن سفر آخرت ہو رہا ہے تو زار و قطار رو رہے ہیں کہ میرے پاس اعمال کی کمی ہے۔ آج یہ کیفیت ہم لوگوں میں کہاں ہوتی ہے؟ کچھ نہیں ہائے دنیا ہائے دنیا بس کار چھوٹ رہی ہے، بنگلہ چھوٹ رہا ہے، سارا دماغ اسی کی طرف لگا رہتا ہے اور دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ چونکہ صحابہ کرام پر دین غالب تھا ان کو پتہ تھا کہ وطن اصلی آخرت ہی ہے جہاں جا رہے ہیں تو اس دنیا سے وہ چیزیں لینی ہیں جو وہاں کی ضروریات ہیں۔

---

[70] کما فی سیر أعلام النبلاء (۶۲۵/۲): ابن المبارك عن وهيب بن الورد، عن سلم بن بشير أن أبا هريرة بكى فى مرضه، فقيل: ما يبكيك؟ قال: ما أبكى على دنياكم هذه، ولكن على بعد سفرى وقلة زادى، وأنى أمسيت فى صعود، ومهبطه على جنة أو نار، فلا أدرى أيهما يؤخذ بى؟

[71] کما فی سیر أعلام النبلاء (۶۲۵/۲): مالك عن المقبرى، قال: دخل مروان على أبي هريرة فى شكواه، فقال: شفاك الله يا أبا هريرة، فقال: اللهم إنى أحب لقاءك، فأحبّ لقائى، قال: فما بلغ مروان أصحاب القطا حتى مات۔

اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ[۲۷] گھنٹی شیطان کی بانسری ہے۔ آپ دیکھئے کہ دنیا کے اندر جتنے مذاہب ہیں اسلام کو چھوڑ کر ان کا خدا ہر وقت سوتا رہتا ہے اور وہ گھنٹی بجا بجا کر جگاتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں دیکھا ہو گا صبح سویرے پنڈت آتا ہے اور مندر کا گھنٹہ ٹن ٹن ٹن بجانا شروع کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ آکر اپنے خدا کو گھنٹہ بجا بجا کر جگاتے رہتے ہیں کہ اُٹھ ہماری بھی سن بھنگ پی کر سوتا رہتا ہے۔ عیسائیوں کو دیکھ لو ان کے ہاں چرچ میں پادری آتا ہے آتے ہی گھنٹہ بجاتا ہے تو عیسائی لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اب خدا جاگ گیا ہے جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو۔ اسی طرح سکھوں کے ہاں بھی گھنٹہ بجایا جاتا ہے تو پھر بھگوان بیدار ہوتا ہے۔ یہودیوں کے ہاں چلے جاؤ ان کے ہاں بھی یہی سسٹم ہے۔ ایک ہمارا مولیٰ ہے کہ جب چاہو ان سے اپنی حاجت پیش کر دو۔ سوتے وقت نیند کی حالت میں کروٹ بدلتے ہوئے اس وقت اگر استغفار منہ سے نکل جائے تو عند اللہ وہ بھی رائیگاں نہیں جاتا۔ چوبیس گھنٹے ہماری فریاد سن رہا ہے۔ اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ ہمارے یہاں گھنٹہ نہیں بجایا جاتا بلکہ اللہ کے گھر بلانے کے لیے اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔ اَللّٰہُ أَکْبَرُ اَللّٰہُ أَکْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کبریائی، اس کی عظمت دل میں بیٹھ جائے تو پھر اگر وہ کاروبار بھی کر رہا ہے اور پانچ پانچ ہزار کے نوٹ کی گڈیاں بھی گن رہا ہے فوراً سب روک دے گا اور کہے گا کہ وہ رب کائنات جس نے مجھے پیدا کیا ہے اس نے مجھے اپنے دربار میں طلب کیا ہے۔ لہٰذا اب میں اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر

---

۲۷ تقدم تخریجہ فی ص۳۲۹

ہونے جارہا ہوں اور نماز پڑھنے کے بعد پھر آؤں گا اگر آپ نے مجھ سے سامان خریدنا ہے تو نماز کے بعد خریدنا ورنہ کہیں اور جاؤ۔ لیکن لوگ بھی پھر اسی سے زیادہ خریدتے ہیں اور کہتے ہیں جب یہ اپنے مولیٰ کا اتنا وفادار ہے تو انشاء اللہ ہمیں دھوکا نہیں دے گا۔ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب بیعت ہوئے، داڑھی رکھ لی، اب جیسے ہی اذان ہوتی تھی فوراً دکان بند کر دیتے تھے۔ تیل کا کاروبار تھا اور جناب جتنے بھی ہندو بنیے آتے تھے وہاں کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ نماز پڑھ کر آیئے اور اگر ذکر واذکار وغیرہ کرنا ہے وہ بھی کر کے آیئے ہم نے سامان آپ ہی سے خریدنا ہے۔ کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ جو اپنے خدا کا ہے وہ ہمیں دھوکا نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اس کا ثمرہ

امریکن آئل کمپنی پاکستان میں ابھی آٹھ نو سال قبل آئی۔ انہوں نے اخبارات میں اشتہارات دیئے۔ آئل فیلڈ میں تنخواہیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ تین لاکھ چار لاکھ وغیرہ تو بہت نوجوان اس طرف دوڑتے ہیں جن کے پاس وہ ڈگری ہوتی ہے۔ اس انگریز نے کہا ان لڑکوں سے جن میں ساٹھ فیصد داڑھی والے باشرع لباس تھا کہ تم سب یہ داڑھی وغیرہ منڈوا دو اور تھری پیس سوٹ میں آجاؤ تمہاری نوکری پکی ہے اور تین دن کے بعد بلایا سب کو، تو کچھ نوجوانوں نے داڑھی منڈوا دی اور تھری پیس سوٹ میں بڑے خوش خوش آئے کہ آج تو ہم کو لیٹر مل ہی جائے گا۔ ان سے کہا کہ آپ بیٹھ جاؤ اور پھر ان کی طرف توجہ ہی نہیں کی اور جو لوگ اسی حالت میں آئے ان سے کہا کہ آپ سے میں نے کہا تھا کہ داڑھی منڈوا دو پگڑی اتار دو تھری پیس سوٹ میں آجاؤ تو نوکری پکی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ ہم ایسی نوکری پر لعنت بھیجتے ہیں، ہم اپنے مولیٰ کو ناراض کر کے اپنے سر بے وفائی کا داغ نہیں لے سکتے۔

جب ہمارے مولیٰ کائنات نے حکم دیا ہے اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان کروادیا ہے:

{وَفِرُّوا اللُّحٰی وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ}[۳۰]

ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ تو وہ رب جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تمہارے چند ٹکوں کے لیے اس کے حکم کو نہیں توڑ سکتے۔ اس انگریز نے کہا کہ آج سے تم لوگوں کی نوکری پکی ہوگئی اور ابھی تک کام کررہے ہیں ماشاء اللہ سفید ریش بھی ہوگئے ، سنت کے مطابق زندگی بسر کررہے ہیں ،اور وہ لوگ جنہوں نے ڈاڑھی منڈادی تھی انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ہم نے تمہارے کہنے پر کیا ہے ،ہم کو لیٹر کیوں نہیں دیا؟تو اس انگریز نے کہا کہ جب تم اپنے مولیٰ کے وفادار نہیں ہو تو ہمارے ساتھ کیسے وفاداری کروگے ؟جب ہمارے کہنے پر جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑدیا اس بات سے ہمیں یقین آگیا کہ تم ہمیں بھی دھوکہ دوگے ۔ لہٰذا ان کو رجیکٹ کردیا اور واپس کردیا۔ اب وہ سب شرمندہ ہوئے کہ نقل بھی اتاری، ان کا کہا بھی مانا مگر فائدہ کچھ نہیں ہوا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب ڈاڑھی رکھنے سے تو بچے بھی ڈر جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے بچے کو ایک عالم کے پاس لے گئے دم کرانے کے لیے تو بچے کو انہوں نے جیسے ہی گود میں لیا تو وہ زور سے چیخ مار کے رویا۔ اس شخص نے کہا دیکھا مولوی صاحب!ڈاڑھی رکھنے سے تو بچے بھی ڈر جاتے ہیں۔مولوی صاحب نے کہا بچے ڈاڑھی سے نہیں ڈرتے، بچے اپنے ابا سے ڈرتے ہیں۔ اب تک تو بچہ سمجھتا تھا کہ میری دو اماں ہیں، آج اس نے پہلی مرتبہ ابا کو دیکھا ہے تو خوف کی وجہ سے رو رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مانوس ہو جائے گا پھر نہیں روئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[۳۰] تقدم تخریجہ فی ص ۱۳

اولیاء اللہ کا رعب

اسی طرح ہندوستان میں جب وائسرائے کی آمد تھی۔اس زمانے میں برٹش گورنمنٹ کا دور تھا۔اب جناب ہر طرف ہلچل مچی ہوئی ہے پورے شہر کی صفائی کی جارہی ہے۔لکھنؤمیں اس کو آنا تھا،وہاں آکر اس نے ڈپٹی کلکٹروں کو طلب کیا۔ٹائی لگاکے، تھری پیس سوٹ پہن کے اکیاون ڈپٹی کلکٹر آئے اور وہ بیٹھا سگار پی رہا ہے۔اس کی فورس پیچھے کھڑی تھی۔ اتنے میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ شرکت کے لیے اپنی کار سے اترے،خانقاہی ٹوپی اور لمبا کرتا پہنے ہوئے،ایک ہاتھ میں عصااور دوسرے ہاتھ میں تسبیح اور خراماخراما جب وائے سرائے کی طرف چلے۔وائے سرائے کچھ دیر تو ہمت کر کے بیٹھا رہا،اس کے بعد جب اس پہ زیادہ رعب طاری ہو تو کھڑاہو گیااور فورًا کہا کہ ان کے لیے جلدی کرسی لاؤ۔اکیاون ڈپٹی کلکٹروں نے کہا آئی سی ایس کا امتحان ہم نے بھی پاس کیا ہوا ہے اور ان میں بعض ڈپٹی کلکٹر ان سے سینئر ہیں ان کا آپ نے ایسا اکرام نہیں کیا اور ان کا اتنا اکرام کے ان کو کرسی پر بٹھلایا جارہاہے۔وائے سرائے نے کہا کہ تم نے ہمارے کلچر کو قبول کر لیاہے اس لیے تمہاری کوئی اہمیت میرے دل میں نہیں۔ یہ جب دور سے آرہے تھے تو اسی وقت میرا دماغ پچھلی تاریخ کی طرف چلا گیا کہ مغل بادشاہوں نے آٹھ سو سال ہندوستان میں حکومت کی ہے پھر مجھے خیال آیا کہ یہ میرے پاس آرہاہے اور میں وائے سرائے ہوں اور یہ ایک معمولی ڈپٹی کلکٹر ہے لیکن مجھ سے ذرا بھی مرعوب نہیں کہ داڑھی چھوٹی کرالیتااور لباس تبدیل کرلیتا۔برٹش گورنمنٹ سے تنخواہ لے رہاہے اور غلامی اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول کی ہے کہ ان کی سنت کے جھنڈے کو یہ لہراتا ہوا میرے پاس آرہاہے۔ہمارا غلام نہیں بنا،مجھ پر اتنا رعب طاری ہوا کہ مجبوراً مجھے کھڑا ہونا پڑااور ان کے لیے کرسی منگوانی پڑی اور تم نے چونکہ ہمارے کلچر قبول کر لیا جیسے ہم ویسے تم لہٰذا تمہارا کوئی اثر نہیں پڑا۔

خواجہ صاحب کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری نور اللہ مرقدہ

اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ان بزرگوں کو بھی اپنے ساتھ کار میں بٹھلا کر لے آئے تھے کہ انہیں راستے میں کہیں اترنا تھا۔جب راستے میں رنگ رلیوں کو دیکھا تو خواجہ صاحب نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت ابھی ابھی دو شعر بہت مزیدار ہوئے ہیں ۔اگر حکم ہو تو سناؤں ۔فرمایا کہ ضرور سناؤ تازہ جلیبی کا مزہ الگ ہوتا ہے تو خواجہ صاحب نے یہ شعر سنایا۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی

جو چمن سے گذرے تو اے صبا کہنا بلبلِ زار سے
خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

کتنے عبرت ناک اشعار ہیں چند دنوں کے بعد ہوا کے تھپیڑوں نے سب جھنڈیاں اکھاڑ دیں اس کے بعد شہر پھر ویسے ہی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت

تو میں عرض کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْجَرَسُ مَزَا مِيْرُ الشَّيْطٰنِ [ہے] گھنٹی شیطان کی بانسری ہے۔دنیا میں جتنے مذاہب ہیں تقریبا سب میں گھنٹی بجائی جاتی ہے لیکن اسلام ایسا مذہب ہے جس میں گھنٹی نہیں بجائی جاتی ۔اور وہ گھنٹی مزامیر شیطان میں داخل ہے جو بطورِ عبادت بجائی جائے۔مدرسوں میں جو گھنٹہ بجتا ہے اسے عبادت سمجھ کر نہیں بجایا جاتا اور اس گھنٹے کے اندر کوئی سریلی آواز نہیں ہوتی جب کہ گرجا گروں میں ،مندروں میں عبادت سمجھ کر گھنٹہ بجایا جاتا ہے ۔اتوار کے دن سب عیسائی جمع ہوتے ہیں اور ان کا پادری پردے کے پیچھے بیٹھ جاتا ہے وہ آ کر بتاتے ہیں کہ اس ہفتے میں کیا کیا کرتوت کیے ،کتنے زنا کیے ،کتنی شراب پی ،کیا کیا

[ہے] تقدم تخریجہ فی ص۳۲۹

چوریاں کیں۔ وہ فوراً کہتا ہے کہ اچھا پچاس ہزار ڈالر لاؤ اور ایک گھنٹہ بجادیتا ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تمہارے سارے گناہ اور بد معاشیاں معاف ہو گئیں، بے فکر ہو جاؤ۔ بتایئے! جو چاہو کرو اور پادری کو پیسے دو اور وہ اس سے عیاشی کر رہا ہے۔ نعوذ باللہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے سارے گناہ معاف کروا رہا ہے ان کے ہاں یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے معبود کو جگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور محض اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا اور ہمارا رب نیند سے پاک ہے ہمیشہ جاگ رہا ہے اور جاگتا ہی رہے گا شہ رگ سے زیادہ قریب ہے جب چاہو اس سے معافی مانگ لو کہ یاربی معاف کر دیجئے ہر وقت سن رہا ہے چاہے آپ نیند میں کہہ رہے ہو تب بھی وہ سن رہا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک شخص ایسا بھی جنت میں جائے گا کہ وہ خود کہے گا یارب میں نے زندگی میں کوئی نیکی ہی نہیں کی۔ مجھے آپ نے کیسے معاف کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ نالائق میں تجھے پیدا کیا تھا ماں کے پیٹ میں اور تم تو مجھ سے غافل تھے مگر میں تجھ سے غافل نہیں تھا اس لیے کہ جب ماں باپ اپنے بچے سے غافل نہیں ہوتے ہر وقت فکر میں رہتے ہیں جبکہ ماں باپ ہمارے خالق نہیں ہیں، تخلیقیت کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہمارے خالق ہیں جو پیدا کرتا ہے وہ رب العالمین جو اپنے بندوں کو پیدا کرتا ہے اس کو اپنے بندوں سے محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھ سے غافل نہیں تو مجھ سے غافل تھا اور تو اپنے وجود سے بھی غافل تھا گہری نیند سو رہا تھا اور سوتے ہوئے تو نے کروٹ بدلی تو تمہارے منہ سے غلطی سے اللہ نکل گیا تھا، اس کو بھی میں نے قبول کر لیا، آج اس کی وجہ سے تیری مغفرت ہو رہی ہے۔

مومن کی ہر سانس جواہر کی لڑی ہے

اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطٰنِ[۴۵] اور یہ گھنٹی ہر شخص کی جیب میں موجود

---

[۴۵] تقدم تخریجه فی صـ۳۲۹

ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ نے زندگی عطا فرمائی اپنی عبادت کے لیے اِنَّ الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ وَ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ[67] پوری کائنات کو اللہ نے ہمارے لیے پیدا کیا اور ہم کو آخرت کی تیاری کے لیے پیدا کیا۔ جب سے یہ سیل فون آیا ہے آپ ذرا حساب لگالیں کہ آدھی زندگی غفلت میں اور آدھی زندگی موبائل فون میں گذر رہی ہے ۔ شدید ضرورت ہو تو بات کر لو ، اس میں اتنا مشغول ہو جانا کہ دین کے کاموں میں خلل واقع ہونے لگے صحیح نہیں ۔ آپ مسجد میں آئے اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے ۔ کسی بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہونے کے بعد اس کے شاہی آداب کیا ہوتے ہیں ؟ لہٰذا اللہ کی بارگاہ میں جب کھڑے ہوں تو دل بھی ادھر ادھر نہیں چاہیئے۔ دنیا سے رابطہ کٹ گیا اللہ سے رابطہ جڑ گیا لیکن یہ مزامیر شیطان جو ہے کسی ایک کی جیب میں گھنٹی بجتی ہے سب کی نماز خراب ہو جاتی ہے سب کا دماغ ادھر چلا جاتا ہے اور سب میوزک والی گھنٹیاں لگا کے رکھتے ہیں۔ بتایئے ! کتنے افسوس کی بات ہے حالانکہ ایسی گھنٹیاں بھی ہیں جو بس ذرا سی ٹن ہوتی ہے اگر آپ غور کریں گے تو آواز سنائی دیتی ہے ورنہ نہیں۔ لیکن باشرع بھی گانے والی فحش قسم کی میوزک والی گھنٹیاں لگاتے ہیں اور ادھر نماز ہو رہی ہے، اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ پہلے بیت اللہ شریف میں جاتے تھے تو وہاں ہر شخص کے رونے کی آواز آتی تھی۔ حج کے موقع پر ہر ایک کی زبان پر تلبیہ ہوتا تھا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور اب کیا حالت ہے لبیک ہیلو ہیلو یار ! ابھی

---

[67] أخرجه البيهقی فی شعب الإيمان برقم (۱۰۰۹۷) قال: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو عبد الله الصفار، ثنا أبو بكر بن أبي الدنيا، حدثنی أحمد بن عبد الأعلى، حدثنی أبو جعفر المكی، قال: قال الحسن البصری: طلبت خطب النبی صلى الله عليه وسلم فی الجمعة، فأعيتنی فلزمت رجلاً من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم فسألته عن ذلك فقال: كان يقول فی خطبة يوم الجمعة: يا أيها الناس! إن لكم علماً، فانتهوا إلى علمكم، وإن لكم نهاية فانتهوا إلى نهايتكم، فإن المؤمن بين مخافتين بين أجل قد مضى لا يدری كيف صنع الله فيه، وبين أجل قد بقی لا يدری كيف الله بصانع فيه، فليتزود المرء لنفسه، ومن دنياه لآخرته، ومن الشباب قبل الهرم، ومن الصحة قبل السقم، فإنكم خلقتم للآخرة، والدنيا خلقت لكم، والذی نفسی بيده ما بعد الموت من مستعتب، وما بعد الدنيا دار إلا الجنة والنار وأستغفر الله لی ولكم۔

میں ذرا مکے کی طرف جارہا ہوں۔ دوسرے حضرات تلبیہ پڑھ بھی چکے ہوتے ہیں اور یہ بیچارہ موبائل فون میں پھنسا ہوا ہے۔ جب بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلتا تھا تو لوگ چیخ مار مار کر روتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات وفریاد کرتے تھے کہ یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے آج تیرے گھر کا رحمت کا دروازہ کھل رہا ہے۔ ہماری مغفرت فرمادے۔ اور اب جب دروازہ کھلتا ہے تو ایک شخص کی آنکھ میں بھی آنسو نہیں ہوتا۔ ہر شخص موبائل ہاتھ میں لیے کھڑا ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر اچھل اچھل کر کوشش کرتا ہے کہ جیسے دروازہ کھلے میں اس کا فوٹو لے لوں۔ ایسی غفلت میں مبتلاء کرنے والی چیز شیطان نے نکالی ہے، ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ آج مسلمان زندگی کا مقصد ہی بھول گئے۔

تیری ہر سانس ہے نقل موسیٰ
تیری ہر سانس ہے جواہر کی لڑی

مسلمان کی ہر سانس جواہر کی لڑی ہے آپ کی زبان سے اگر سبحان اللہ ،الحمدللہ ،اللہ اکبر نکلا تو یہ جواہرات ہمیشہ قائم رہیں گے۔ اور دنیا کے جواہرات کو اگر مٹی میں دفن کردو تو کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائیں گے لیکن اگر آپ کی زبان سے سبحان اللہ نکل گیا تو جنت میں ایک درخت لگ گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ پانچ سو سال تک تیز رفتار گھوڑے پر دوڑیں تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔ بتائیے! ہمارا کتنا قیمتی سرمایہ ہے۔

غفلت دور کرنے والی حکایت

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ انسان کی زندگی اس برف بیچنے والے کی طرح ہے جس کے گھر میں نہ کھانے کو کوئی چیز نہ پینے کو کچھ ہے اور بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں اور سرمایہ اس کے پاس ایک برف کی سلی ہے اب وہ بازار میں فروخت کرنے کے لیے جارہا

ہے کہ اس کو فروخت کر کے گھر کے لیے آٹا، نمک، گھی، دال جو کچھ لانا ہے سب خرید کر لے آؤں۔ لیکن جیسے وہ گھر سے نکلا ایک بندر نچانے والے نے ڈگڈگی بجائی اس کے بجتے ہی وہ بھی بندر کا تماشہ دیکھنے بیٹھ گیا اور برف وہیں رکھ دی۔ دوپہر کا وقت ہے سورج آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا ہے۔ بتائیے! برف کتنی تیزی کے ساتھ پگھلے گی؟ اور وہ غفلت میں پڑا ہوا ہے اس کو علم ہی نہیں ہے کہ اس کا رأس المال جو کچھ اس کا سرمایہ تھا وہ تو پگھلتا جارہا ہے اور جب تماشہ ختم ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اب تو سلی آدھی رہ گئی ہے اور اسے لے کر وہاں سے بھاگتا ہے اور تیز چلتا ہے کہ جلدی سے بازار پہنچوں اور اس کو فروخت کروں ایسا نہ ہو کہ بازار پہنچنے سے پہلے یہ ختم ہو جائے۔ اب جب وہ بازار پہنچتا ہے اتنے میں شام کا وقت ہو جاتا ہے اور موسم تبدیل ہو جاتا ہے، ابر چھا جاتا ہے بادل آ جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک شروع ہو جاتی ہے۔ اب وہ دکاندار کے پاس جاتا ہے کہ جلدی سے برف خرید لو میں نے اپنے بچوں کے لیے سامان خریدنا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بے وقوف اس کا وقت اب ختم ہو گیا ہے ابھی تو بارش ہونے والی ہے۔ دیکھ نہیں رہے ہو کہ بادل گرج رہے ہیں، بجلی چمک رہی ہے۔ جس وقت تو گھر سے نکلا تھا اسی وقت لا کر فروخت کر دیتا تو بک جاتی اور تمہارے بچوں کے لیے کچھ کیش ہو جاتا اور تو سامان خرید لیتا۔ اب تو تیرا رأس المال ختم ہو گیا۔ تو نے اپنا قیمتی وقت برباد کر دیا۔ بارش شروع ہو جاتی ہے اور وہ گھر بھی نہیں لوٹ سکتا ۔ برف کا ایک ڈلا ہاتھ میں رہ جاتا ہے۔ اب وہ کفِ افسوس مل رہا ہے کہ کاش! جس وقت میں گھر سے نکلا تھا اسی وقت یہاں آ کر جلدی سے اس کو بیچتا اور بجائے غفلت میں وقت گذارنے کے اس کو بیچ کر گھر کے لیے سامان خریدتا۔ اب گھر میں بچے بھوکے پیاسے پڑے ہوئے اس کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ بے چارہ پردیس میں پھنسا ہوا ہے۔ راستہ بھی معلوم نہیں کہ اندھیرے میں واپس کیسے جائے؟ برف کا چھوٹا سا ڈلا ہاتھ میں ہے اور وہ دوڑ دوڑ کر ہر دکاندار کے پاس جا رہا ہے کہ خدا کے لیے اس کو خرید لو۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قیمت اب ختم ہو گئی ہے۔ یہی حال حضرت انسان کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

زندگی آخرت بنانے اور سنوارنے کے لیے عطا فرمائی ہے اور یہ غفلت میں گذار رہا ہے ،جب اچانک بلاوا آجائے گا تو پھر کہے گا فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [المنافقون: ۱۰] اے کاش! کہ مجھے تھوڑی مہلت مل جائے تو کچھ صدقہ کرلوں اور نیک و صالح ہو جاؤں۔ لہٰذا اس سے پہلے اپنی زندگی کی قدر کرلو۔

صحابہ کرام کا نماز میں خشوع و خضوع

لیکن افسوس ہے کہ آج جس کو دیکھو سیل فون پر لگا ہوا ہے چادر اوڑھی ہوئی ہے، دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ حضرت جی مراقبے میں ہیں اور وہ اندر تصویریں دیکھ رہا ہے یا اس میں گیم کھیل رہا ہے اور وقت ضائع کر رہا ہے، اللہ سے غافل ہے۔ یہ ضرورت کی چیز ہے ضرورت کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ مشغول ہونا کہ حقوقِ واجبہ چھوٹنے لگیں اور جماعت کی نماز فوت ہونے لگے اور اگر جلدی میں پہنچ بھی گئے تو گھنٹی بند نہ کرنے کی وجہ سے تمام نمازیوں کی نماز بھی خراب کرتے ہیں۔ اللہ اکبر کہتے ہی موبائل کی گھنٹی بج رہی ہے تو دل لگے گا نماز میں؟ معلوم نہیں کہ کس بزنس مین کا فون ہے، شاید ایک لاکھ کا آرڈر ہے یا کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ غرض کہ خیالات ادھر ادھر چلے جاتے ہیں۔ مسلمان جو اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا ہے، خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے تھا وہ سب ختم ہو گیا۔ اور بعض ملکوں میں تو موبائل فون نماز کی حالت میں بھی استعمال کرتے ہیں رکوع سے اٹھے گھنٹی بجی فون اٹھایا اور کہا أَنَا فِي الصَّلٰوةِ کہ میں اس وقت نماز میں ہو بعد میں فون کرنا اور پھر جیب میں رکھ لیا نماز میں باتیں بھی ہو رہی ہیں اور اس کے باوجود ان کی نماز نہیں ٹوٹتی۔ بتائیے! کس قدر گمراہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے غفلت اور دوری کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد کے بیچ والے دروازے سے داخل ہوا اور دائیں طرف کھڑا ہوا اور نماز کی نیت باندھی اور پھر نماز کے دوران ادھر ادھر دیکھنے لگا، رکوع سے سیدھا ہو تو تھوڑی دور جاکر اس نے سجدہ کیا اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو

دیکھا کہ وہ پھر چلتا ہوا دوسری طرف جاکر کھڑا ہو گیا اور دوسری رکعت وہاں ادا کی اور جب سلام پھیرا تو میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ نے نماز وہاں شروع کی اور چلتے چلتے اختتام یہاں کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟ اس نے کہا کہ جہاں نماز شروع کی تھی وہاں ائیر کنڈیشن کی ہوا صحیح نہیں آرہی تھی پھر میں آگے چلا گیا تو وہاں بھی صحیح ہوا نہیں آرہی تھی تو میں یہاں آ گیا، یہاں ماشاء اللہ بہت ٹھنڈی ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہونے کے بعد تمہیں ہوا کا خیال کیسے آیا؟ صحابہ کرام کی نماز کا کیا عالم تھا؟ جسم میں تیر لگا ہوا ہے منع کر دیا کہ اس کو نکالنا نہیں مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے لیکن جیسے ہی انہوں نے نماز شروع کی تو وہ تیر نکال لیا جاتا اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ حضراتِ صحابہ کرام کا کس قدر نماز میں انہماک اور حضورِ قلب ہوتا تھا۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جب میں نماز کے لیے نیت باندھتا ہو اور ہاتھ کانوں تک اٹھا کر جیسے ہی واپس نیچے لاتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہاتھ تو میرے نیچے جا رہے لیکن میرا جسم اوپر کو اٹھتا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں عرشِ اعظم کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور پھر جب میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھتا ہوں تو ہر حرف پر ایک عجیب مزہ، عجیب حلاوت محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اس لیے حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَجَدَ سَجَدَ عَلٰى قَدَمَيِ الرَّحْمٰنِ بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ اب یہ کیفیت ہم لوگوں کے اندر کہاں پیدا ہوتی ہے؟ اس لیے کہ کیفیت والوں سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔ جب مسجد میں آؤ تو پہلے دو رکعات صلوٰۃ تحیۃ المسجد کے پڑھو، اس دور میں تو بالکل اس کا فقدان ہو گیا، بڑی مشکل سے فرض پڑھ لیتے ہیں یہاں تک کہ ذکر بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ کیا کریں صاحب مصروفیت بہت زیادہ ہے۔

ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی نبی یا کسی ولی کے ہاتھ میں نہیں۔ نبی اور ولی راستہ دکھاتے ہیں۔ ابو طالب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی کہ ہر حملے

کو روکتے تھے جو مشرکین کی طرف سے ہوتے تھے۔ لیکن ایمان نہیں لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے پیارے چچا! میرے کان میں کلمہ پڑھ لیجئے تا کہ قیامت کے دن میں گواہی دے دوں گا کہ میرے کان میں کلمہ پڑھا تھا۔ تو انہوں نے کہا لَا خْتَرْتُ النَّارَ عَلَى الْعَارِ میں جہنم کی آگ کو تو برداشت کرلوں گا لیکن عار کو برداشت نہیں کروں گا کہ لوگ کہیں گے اپنے بھتیجے کے دین کو قبول کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو دیا جائے گا آگ کی وہ چپل پہنائی جائیں گی جس سے دماغ ہانڈیوں کی طرح پک رہا ہوگا[۷۷] اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

نجات کا مدار مسائل پر ہے فضائل پر نہیں

بعض لوگ فرض نماز کے بعد بیٹھے لمبے لمبے وظیفے پڑھتے رہتے ہیں۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ جن فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہیں تو فرض کے بعد ان کو ادا کرنا چاہیئے فرائض اور سنن مؤکدہ کے درمیان فصل کرنا درست نہیں۔[۷۸] حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے استاذ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ نجات کا مدار مسائل پر ہے فضائل پر نہیں، اس لیے مسائل علماء سے پوچھتے رہا کرو سَاۤئِلُوا الْعُلَمَآءَ علماء سے مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرو وہ غلط بتاتا

---

[۷۷] أخرجه البخاری فی صحیحه برقم (۶۵۶۴) فی باب صفة الجنة والنار، قال: حدثنا إبراهيم بن حمزة، حدثنا ابن أبي حازم والدراوردی، عن يزيد، عن عبد الله بن خباب، عن أبي سعيد الخدری رضی الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر عنده عمه أبو طالب، فقال: لعله تنفعه شفاعتی يوم القيامة، فيجعل فی ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلی منه أم دماغه-

وأخرجه أبو يعلى فی مسنده برقم (۱۳۶۰)، وأبو عوانة فی مستخرجه برقم (۲۱۰)-

[۷۸] قال ابن عابدين الشامی فی رد المحتار (۲/۱۹-۲۰): قوله: (ولو تكلم إلخ) وكذا لو فصل بقراءة الأوراد؛ لأن السنة الفصل بقدر اللهم أنت السلام إلخ، حتى لو زاد تقع سنة لا فی محلها المسنون- وقال فی موضع آخر (۶/۴۲۳): وتقدم فی الصلاة أن قراءة آية الكرسی، والمعوذات، والتسبيحات مستحبة، وأنه يكره تأخير السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام إلخ، قوله: (قال أستاذنا) هو البديع شيخ صاحب المجتبى، واختار الإمام جلال الدين إن كانت الصلاة بعدها سنة يكره، وإلا فلا، آه-

ہے تو اس کا وبال اس پر آئے گا آپ کی پکڑ نہیں ہو گی۔

اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ[۹۷] یہ گھنٹی شیطان کی بانسری ہے آج کل جو بانسری بجائی جاتی ہے اس سے کتنی قسم کی آوازیں نکلتی ہیں؟ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ بانسری چونکہ بانس سے بنتی ہیں اور وہ اپنے مرکز سے جدا ہو کر اسے یاد کر کے روتی ہے اسی طرح انسان بھی عالمِ ارواح سے یہاں آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے کتنا روتا ہے؟ مرکز سے جو جتنا قریب ہوتا جاتا ہے اس کی قیمت برابر ہے آپ نے ایک بلاک بیت الخلاء میں لگا دیا کہ لوگ اس پر پیشاب کر رہے ہیں بتایئے! اس کی کوئی قیمت ہوئی؟ اور دوسرا بلاک مسجد میں لگا دیا تو اس کی قیمت بڑھ گئی۔ اور تیسرا بلاک اگر حکومت سعودی نے اجازت دی تو مسجد نبوی میں لگا دیا گیا تو اس کی قیمت اور بھی بڑھ گئی کہ اب اس پر نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب مل رہا ہے۔ اور چوتھا بلاک آپ نے بیت اللہ شریف میں لگا دیا تو اس کی قیمت اور بڑھ اور وہاں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ کا ثواب مل رہا ہے کیونکہ اب اس کی نسبت بیت اللہ کے ساتھ ہو گئی اسی طرح جو زیادہ اپنے مرکز کے قریب ہو گا اسے اسی قدر زیادہ سکون ملے گا اور اس کی قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔ جتنا ہم آئینہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتے جائیں گے اور اپنے آپ کو سنوارتے جائیں گے اتنی ہی قیمت بڑھتی چلی جائے گی، معاشرے سے ہم نہیں ڈریں گے کہ معاشرہ کیا کہے گا؟ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت سے کہا کہ حضرت! اگر میں داڑھی رکھ لوں گا تو لوگ دیکھ کر ہنسیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کو ہنسنے دو کل قیامت کے دن تم کو رونا نہیں پڑے گا۔ جس حالت میں موت آتی ہے اسی حالت میں انسان اٹھایا جائے گا۔ اگر داڑھی منڈی ہوئی ہے تو اسی حالت میں اٹھے گا۔ اس حالت میں بارگاہ نبوت میں حوض کوثر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیشی ہو گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید پر آج امت مست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ اگر اس وقت آپ صلی اللہ علیہ

[۹۷] تقدم تخریجه فی ص۳۲۹

وسلم نے اپنی نظر مبارک کو پھیر لیا تو بتایئے! کوئی اور دروازہ ہے شفاعت کا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے لیکن جب قیصر وکسریٰ کے دو سفیر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئیں اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو صدمہ اتنا ہوا کہ برداشت نہیں کر سکے فَصَرَفَ النَّظْرَ عَنْهُمَا ان کی طرف سے نظر مبارک کو پھیر لیا اور ارشاد فرمایا کہ وَيْلَكُمَا تم دونوں ہلاک ہو جاؤ مَنْ أَمَرَكُمَا؟ تم کو ایسی شکل بنانے کا کس نے حکم دیا ہے فَقَالَا أَمَرَنَا رَبُّنَا كِسْرٰى ان دونوں نے کہا ہم کو ہمارے بادشاہ کسریٰ نے ایسی شکل بنانے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَلٰكِنْ أَمَرَنِيْ رَبِّيْ أَوْفِرُوا اللُّحٰى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ لیکن میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔[۹۰] آپ بتایئے کہ اگر حوض کوثر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ مبارک کو پھیر لیا اور پوچھ لیا کہ میری شکل میں کیا خرابی نظر آئی تھی؟ جو تو نے مجھ جیسی صورت نہیں بنائی، مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا مگر میری جیسی شکل کیوں نہیں بنائی؟ اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟ تو کوئی اور دروازہ ہے شفاعت کا؟ اس لیے میرے بزرگو دوستو!

نجانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

معلوم نہیں کہ کب بلاوا آجائے۔ اور مثالیں قیامت تک موجود ہیں۔ سکھ ایک باطل فرقہ ہے لیکن ہر شخص اس کی عزت کرتا ہے کہ سردار جی! یہاں آیئے، آپ نے سوچا کبھی سردار کہنے کی وجہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اپنے گرو سے محبت کی وجہ سے اس کے کلچر کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سکھ امریکہ گیا وہاں کی فوج میں بھرتی ہونے کے لیے تو وہاں داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نے امریکہ کے صدر کو خط لکھا کہ میں امریکن حکومت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، میں ڈھائی من کا

[۹۰] تقدم تخریجه فی ص۱۴۵

جسم لے کر پریڈ کر سکتا ہوں، دوڑ سکتا ہوں تو ایک چھٹانگ کی داڑھی اس میں کیا مداخلت کرے گی؟ تو صدر امریکہ نے اس کو مستثنیٰ قرار دیا اسی حالت میں وہ امریکن فوج میں بھرتی ہوا۔ لیکن افسوس ہے آج مسلمانوں پر کہ ہم اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن غلامی ہم انگریزوں کی کرتے ہیں اور معاشرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ معاشرہ قبر میں ساتھ نہیں اترتا کتنے جنازے دفن ہوتے ہیں لیکن کبھی آپ نے کسی کو دیکھا کہ کوئی دوست جنازہ دفن کرتے وقت سامنے آجائے اور یہ کہے کہ مجھے بھی ساتھ دفن کرو، میں اس کا جگری دوست تھا میرے لیے یہ جماعت کی نماز چھوڑتا تھا کوئی ساتھ نہیں اترتا اور سگار پیتے رہتے ہیں اور ڈالر کا ریٹ پوچھتے رہتے ہیں جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جن کے لیے مرے تھے اور اپنے مولیٰ کو ناراض کیا، کوئی کام نہ آیا پھر وہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتا ہے۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم
مال واولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

آج ہم داڑھی منڈا کر کریم لگاتے ہیں اور نہا دھو کر پرفیوم لگا کر نکلتے ہیں تا کہ ہماری بناوٹ اور جسامت دیکھ کر لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں اور ہماری بھی شخصیت میں کچھ نکھار پیدا ہو حالانکہ جسم کی حقیقت کیا ہونے والی ہے نذیر اللہ آبادی اپنے شعر میں کیا کہتا ہے۔

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشین بدن تھا مبیض کفن تھا

جو قبر کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

اس جسم کی یہ حالت ہونے والی ہے اس لیے میرے بزرگو دوستو! اللہ کو راضی کرلو اور اپنے موبائل فون پر فضولیات میں مشغول ہونے اور اسراف کرنے سے سخت اجتناب کرو۔ ضرورت کی چیز ہے ضرورت کے موقع پر استعمال کرو۔ اس میں ٹون ایسی رکھو کہ جس کی شریعت اجازت دیتی ہو، گانے بجانے اور میوزک والی ٹون رکھنا جائز نہیں اور جیسے ہی مسجد میں آؤ تو یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہورہی ہے فوراً موبائل فون بند کردو، اگر بند نہیں کیا اور اس کی گھنٹی بجنے لگی تو سب کی نماز خراب ہونے کا وبال اس پر آئے گا۔ بس ذرا سی غفلت کی وجہ سے اسے بند نہیں کرتے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ کس ذاتِ عالی کی بارگاہ میں جارہے ہیں۔

شاہ اورنگ زیب کا ایک قصہ ہے۔ ایک وزیر نے اس کے دربار میں اپنا صرف ایک بٹن بند کیا اور بادشاہ نے دیکھ لیا تو سخت ڈانٹ لگائی کہ تمہیں دربار شاہی کا خیال نہیں ہے، آئندہ اگر بٹن بند کیا یا کھولا تو دربار سے نکال دئے جاؤ گے۔ جب دنیاوی بادشاہوں کے یہ آداب ہیں تو اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین خالق کائنات جو ان بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے اس کے دربار کا کیا عالم ہوگا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دربار میں جب حاضر ہوں تو بالکل سکونِ جسم اور حضورِ قلب کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا دل حاضر ہی نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی سچی محبت اور صحیح تعلق نصیب نہیں ہوا اور جس دن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور صحیح تعلق نصیب ہوجائے گا تو دل ادھر ادھر جائے گا ہی نہیں، لہٰذا اللہ والوں کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنی چاہیے۔ اور جب تک ایسا نہ ہو دل کو اپنے ارادے سے حاضر کرتے رہنا چاہیے، دل ادھر ادھر ہوجائے بازار چلا جائے کہ آج یہ پکانے کے لیے خریدنا ہے اور فلاں فلاں کام کرنا ہے تو پھر اپنے ارادے سے دل کو حاضر کرلو کہ میں اس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑا ہوں اور معنی کو سوچنا چاہیے کہ میں جو کچھ پڑھ رہا ہوں

اس میں اللہ تعالیٰ بندوں سے کیا فرمارہے ہیں ؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی سورتوں کا ترجمہ دیکھ لو، یاد کرلو اور جب امام پڑھے تو ساتھ ساتھ معنی بھی سوچتے رہو تو انشاء اللہ تعالیٰ دل حاضر رہے گا، ادھر ادھر نہیں جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں مارکیٹنگ کررہے ہوتے ہیں مگر ہمارا دل مسجد کی طرف ہوتا ہے اور بار بار گھڑی کی طرف نظر اٹھتی ہے کہ کب اذان ہو اور اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر ہوں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو گئی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ہم سب کے قلوب میں اپنی محبت کو غالب فرمادے اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو غالب فرمادے اور اولیاء اللہ کی محبت کو غالب فرمادے۔ یہی محبت قیامت کے دن انشاء اللہ نجات دلائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جو کچھ بیان ہوا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک صاحب ہیں ان کا دوست ہسپتال میں داخل ہے پھیپھڑوں کی بیماری ہے اللہ تعالیٰ جملہ بیماروں کو شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى، اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنَا رُشْدَنَا وَأَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا۔ یا ارحم الراحمین ! خصوصی رحم کا معاملہ فرمادیجئے، یا اکرم الاکرمین ! خصوصی کرم کا معاملہ فرمادیجئے، یا ارحم الراحمین ! ہم سب کو اپنی نیت درست کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ ! ہم سب کو اخلاص نصیب فرمادے۔ یا اللہ ! دین کا کام اخلاص کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ! آپ عظیم ہیں عظمت والے ہیں آپ کی شایانِ شان ہم سے دین کا کام نہیں ہو سکتا جتنی ہم سے کوتاہیاں ہورہی ہیں یا اللہ ! اپنے فضل وکرم سے درگزر فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! ہم سب کو تقویٰ والی حیات

نصیب فرمادیجئے۔ یا اللہ ! جتنے حاضرین و حاضرات اور مستورات یہاں آئی ہیں اپنے فضل سے سب کو جذب فرماکر اپنا مقبول اپنا محبوب بنادے۔ یا اللہ ! کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما۔ یا اللہ ! ہمارے ماضی کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ ! ہمارے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں آپ کی عظمت کے سامنے ہمارے گناہوں کی کچھ حقیقت نہیں ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ رَحْمَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا یا اللہ ! ہمارے حال کو درست فرمادے۔ یا اللہ ! ہمارے مستقبل کو تابناک فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! ہم سب کو سو فیصد اپنا بنالے۔ یا اللہ ! ہماری تمام ذریات کو اپنا بنالے۔ یا اللہ ! پوری امتِ مسلمہ کو جذب فرماکر اپنا بنالے۔ یا ارحم الراحمین ! پورے عالمِ اسلام کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ! تمام مدارسِ دینیہ کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ! تمام دینی خدام کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ! جتنے حضرات یہاں آئے ہیں سب کو بامراد فرمادے۔ یا اللہ ! سب کو اپنا مقبول و محبوب بنالے۔ یا اللہ ! حضرت والد صاحب کو صحتِ کلی عطا فرمادے۔ یا اللہ ! بہت سے حضرات ان میں بیمار ہیں جنھوں نے دعاؤں کے لیے کہا ہوا ہے، بہت سے ڈپریشن کے مریض ہیں ان سب کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! صحتِ جسمانی، صحتِ روحانی دونوں عطا فرما۔ یا اللہ ! مملکت خداداد پاکستان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ! اسلام کو غالب فرما اور کفر کو مغلوب فرما۔ یا اللہ ! خصوصی کرم کا معاملہ فرما۔ یا اللہ ! نیک صالح قیادت نصیب فرمادے۔ یا اللہ ! حکام کو ہدایت عطا فرما۔ یا اللہ ! ہمارے حکام کے قلوب سے اغیار کا خوف نکال دے اپنا خوف، اپنی محبت پیدا فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! اس ملک کو امن کا گہوارہ بنادے۔ یا اللہ ! پورے عالمِ اسلام میں جہاں جہاں بھی مسلمان پریشان ہیں فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرما۔ یا اللہ ! ان کو امن وسکون عطا فرمادے۔ یا اللہ ! فرشتوں کے ذریعے جنگِ بدر میں جیسے آپ نے ان کی مدد فرمائی آپ قادرِ مطلق ہیں آج بھی آپ فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرماسکتے ہیں، یا اللہ ! فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرمادیجئے۔ یا اللہ ! آپ علیم وخبیر ہیں، دلوں کے بھید جاننے والے ہیں، اس مجمع میں جس کی جو جائز حاجات ہوں اپنے فضل وکرم سے سب کی

جملہ جائز حاجات کو پورا فرمادے۔ یا اللہ ! تمام مدارسِ دینیہ کی کفالت کو قبول فرمالے، شرف قبولیت بھی عطا فرمادے۔ یا اللہ !فتوحات غیبیہ کے دروازے کھول دے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين-

چند اہم دعائیں

سیدنا ابو ذر غفاری رضي الله عنہ کی الہامی دعا جس کی وجہ سے وہ فرشتوں میں مقبول ہوئے

سیدنا علی رضي الله عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین آئے۔ ابھی وہ موجود ہی تھے کہ ابو ذر غفاری رضي الله عنہ آگئے۔ جبرئیل امین نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے یہ ابو ذر ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل امین ! آپ ابو ذر کو جانتے ہیں ؟ وہ بولے: جی ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا۔ یقیناابو ذر زمین والوں سے زیادہ آسمان والوں میں مشہور و مقبول ہیں اور وہ اس دعا کی وجہ سے جو یہ روزانہ دو بار مانگتے ہیں۔ اس پر فرشتوں کو حیرت ہے، آپ انہیں بلا کر دعا کے بارے میں پوچھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ذر کون سی دعا ہے جو تم روزانہ دوبار مانگتے ہو؟ ابو ذر رضي اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں میرے آقا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، یہ دعا میں نے کسی انسان سے نہیں سنی، بلکہ وہ دس جملے اللہ نے مجھے الہام کئے ہیں اور ہر روز میں دو بار انہی کے ذریعے دعا مانگتا ہوں، پہلے قبلہ رو ہو کر تھوڑی دیر تسبیح کرتا ہوں، پھر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تھوڑی دیر پڑھتا ہوں، پھر تھوڑی دیر الحمد للہ پڑھتا ہوں ، پھر تھوڑی دیر تکبیر پڑھتا ہوں ، پھر یہ دعا پڑھتا ہوں (جو نیچے لکھی گئی ہے) جبرئیل امین نے یہ سن کر کہا: اے اللہ کے پیغمبر! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا آپ کی امت کا کوئی شخص بھی یہ دعا مانگے گا تو اس کے گناہ بخش دئے جائیں

گے اگر چہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ اور زمین کی ریت سے زیادہ ہوں، آپ کے کسی بھی امتی کے سینے میں یہ دعا ہوگی جنت اس کی مشتاق ہوگی اور دو فرشتے اس کے لیے مغفرت مانگتے رہیں گے اور جنت کے دروازے اس کے لیے کھول دئے جائیں گے۔ فرشتے اعلان کریں گے کہ اے اللہ کے دوست! جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ إِیْمَاناً دَائِماً، وَأَسْأَلُكَ قَلْباً خَاشِعاً، وَأَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً، وَأَسْأَلُكَ یَقِیْناً صَادِقاً، وَأَسْأَلُكَ دِیْناً قَیِّماً، وَأَسْأَلُكَ الْعَافِیَةَ مِنْ كُلِّ بَلِیَّةٍ، وَأَسْأَلُكَ تَمَامَ الْعَافِیَةِ، وَأَسْأَلُكَ دَوَامَ الْعَافِیَةِ، وَأَسْأَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِیَةِ، وَأَسْأَلُكَ الْغِنٰى عَنِ النَّاسِ۔[۸۱]

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والے ایمان کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے عاجزی وانکساری کرنے والے دل کا سوال کرتا ہوں، اور آپ سے کار آمد علم کا سوال کرتا ہوں، اور آپ سے سچے یقین کا سوال کرتا ہوں، اور آپ سے پختہ اور مضبوط دین کا سوال کرتا ہوں، اور میں ہر بلا سے امن میں رہنے کا آپ سے سوال

---

[۸۱] أخرجه الحکیم الترمذی فی نوادر الأصول فی الأصل السابع عشر والمائتان فی سر دعوات أبی ذر رضی الله عنه، قال: حدثنا عمرو بن أبی عمرو، قال: حدثنا أبو همام الدلال، عن إبراهیم بن طهمان، عن عاصم بن أبی النجود، عن زر بن حبیش، عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه أتاه جبرئیل علیه السلام فبینما هو عنده إذ أقبل أبو ذر، فنظر إلیه جبرئیل، فقال: هو أبو ذر، قلت: یا أمین الله! وتعرفون أنتم أبا ذر؟ فقال: نعم، والذی بعثك بالحق إن أبا ذر أعرف فی أهل السماء منه فی أهل الأرض، وإنما ذلك لدعاء یدعو به كل یوم مرتین وقد تعجبت الملائكة منه فادع به فسل عن دعائه، فقال علیه السلام: یا أبا ذر! دعاء تدعو به كل یوم مرتین؟ قال: نعم، فداك أبی وأمی ما سمعته من بشر، وإنما هو عشرة أحرف ألهمنی ربی إلهاماً، وأنا أدعو به كل یوم مرتین، أستقبل القبلة فأسبح الله ملیاً، وأهلل ملیاً، وأحمده ملیاً، وأكبره ملیاً، ثم أدعو بتلك العشر الكلمات: اللهم أنی أسألك إیماناً دائماً، وأسألك قلباً خاشعاً، وأسألك علماً نافعاً، وأسألك یقیناً صادقاً، وأسألك دیناً قیماً، وأسألك العافیة من كل بلیة، وأسألك تمام العافیة، وأسألك دوام العافیة، وأسألك الشكر علی العافیة، وأسألك الغنی عن الناس، قال جبرئیل: یا محمد! والذی بعثك بالحق لا یدعو أحد من أمتك هذا الدعاء إلا غفرت له ذنوبه، وإن كانت أكثر من زبد البحر، وعدد تراب الأرض، ولا یلقاك أحد من أمتك وفی قلبه هذا الدعاء إلا اشتاقت إلیه الجنان، واستغفر له المكان وفتحت له أبواب الجنة، ونادت الملائكة: یا ولی الله! ادخل من أی باب شئت۔

کرتا ہوں، اور پوری طرح امن میں رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور ہمیشہ امن میں رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور میں امن ملنے پر شکر گزار رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور میں لوگوں سے بے پرواہ رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔

جان ومال کی حفاظت کے لیے انتہائی مجرب دعا

حضرت ابان بن ابو عیاش رحمہ اللہ حضرت انس رضي اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ عبد الملک نے اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حضرت انس رضي اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں ان کا خیال رکھو، ان کی مجلس میں جایا کرو اور ان کی اچھی طرح میزبانی کرو اور اکرام کرو۔ حضرت انس رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حجاج کے پاس گیا تو اس نے کہا اے ابو حمزہ (حضرت انس کی کنیت) میں آپ کو اپنے گھوڑے دکھانا چاہتا ہوں تا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان گھوڑوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں سے کیا مقابلہ ہے، پھر اس نے اپنے گھوڑے پیش کئے تو میں نے کہا تیرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کی لید، پیشاب، اور چارے پر بھی اجر ملتا تھا یہ سن کر حجاج کو غصہ آگیا اور اس نے کہا: اگر خلیفہ عبد الملک نے آپ کے بارے میں مجھے خط نہ لکھا ہوتا تو میں آپ کی گردن اڑا دیتا تو میں نے کہا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا، حجاج نے کہا کہ کیوں نہیں کر سکتا؟ تو میں نے جواب دیا: کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دعا سکھائی ہے جسے میں پڑھتا ہوں اور اس کی برکت سے مجھے شیطان، ظالم بادشاہ اور درندوں سے کوئی خوف نہیں ہے۔ حجاج نے کہا: اے ابو حمزہ! اپنے بھتیجے محمد بن حجاج (مراد حجاج بن یوسف کا بیٹا ہے) کو یہ دعا سکھا دیں تو میں نے انکار کر دیا۔ پھر حجاج نے اپنے بیٹے سے بھی کہا کہ اپنے چچا حضرت انس رضي اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے اس دعا کے سکھانے کی درخواست کرو۔ (لیکن حضرت انس رضي اللہ عنہ نے انکار فرما دیا) حضرت ابان (اس حدیث کے راوی) کہتے ہیں کہ

جب حضرت انس رضي الله عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے بلایا پھر مجھ سے فرمایا کہ میری اور تمہاری جدائی کا وقت قریب ہے اور مجھ پر تمہاری تعظیم واجب ہے اور میں تمہیں وہ دعا سکھا رہا ہوں، جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی تھی، تم کسی ایسے شخص کو یہ دعا نہ سکھانا جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا ہو یہ یا اس طرح کی باتیں فرمائیں۔

دعا یہ ہے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى أَهْلِيْ وَمَالِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ أَعْطَانِيْ رَبِّيْ، بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَآءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَآءٌ، بِسْمِ اللّٰهِ افْتَتَحْتُ، وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَدًا، أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِخَيْرِكَ مِنْ خَيْرِكَ الَّذِيْ لَا يُعْطِيْهِ أَحَدٌ غَيْرُكَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، اجْعَلْنِيْ فِيْ عِيَاذِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ، وَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَحْتَرِسُ بِكَ مِنْ شَرِّ جَمِيْعِ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ خَلَقْتَهٗ، وَأَحْتَرِزُ بِكَ مِنْهُمْ، وَأُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ وَمِنْ خَلْفِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَّمِيْنِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَّسَارِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمِنْ فَوْقِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ۔[۸۲]

[۸۲] أخرجه ابن السنى فى عمل اليوم والليلة برقم (۳۴۵) قال: أخبرني محمد بن أحمد بن عثمان، حدثنا إبراهيم بن نصر، ثنا الحسن بن بشر بن سلم، ثنا أبى، عن أبان بن أبى عياش، عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: كتب عبد الملك إلى الحجاج بن يوسف أن انظر إلى أنس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأدن مجلسه، وأحسن جائزته، وأكرمه، قال: فأتيته فقال لى ذات يوم: يا أبا حمزة! أنى أريد أن أعرض عليك خيلى، فتعلمنى أين هى من الخيل التى كانت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فعرضها فقلت: شتان ما بينهما، فإنها كانت أرواثها وأبوالها وأعلافها أجراً، فقال الحجاج: لولا كتاب أمير المؤمنين فيك لضربت الذى فيه عيناك، فقلت: ما تقدر على ذلك، قال: ولم؟ قلت: لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنى دعاء أقوله، لا أخاف معه من شيطان ولا سلطان ولا سبع، قال: يا أبا حمزة! علمه لابن أخيك محمد بن الحجاج، فأبيت عليه، فقال لابنه: أبت عمك

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے (۳ مرتبہ) اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو میری جان پر اور میرے دین پر، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو ہر اس چیز پر جو میرے رب اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو جو سب سے اچھا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو جس کے نام عالی کے ساتھ بیماری کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کے ساتھ ہر کام شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، اے اللہ! میں آپ کی خیر کے طفیل آپ کی خیر میں سے وہ چیز مانگتا ہوں جسے آپ کے سوا کوئی عطا نہیں کر سکتا، جو آپ کے قریب ہوا وہ عزت والا ہوا، آپ کی تعریف بہت عظیم ہے اور آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، آپ مجھے ہر شر سے اپنی پناہ میں لے لیجئے اور شیطان مردود سے اپنی پناہ میں لے لیجئے، اے اللہ! میں آپ کی نگہبانی مانگتا ہوں ہر اس شر والی چیز سے جو آپ نے پیدا کی ہے اور میں آپ کی رحمت کے ذریعے ان (شر والی) چیزوں سے بچتا ہوں اور میں اپنے آگے رکھتا ہوں بسم اللہ اور سورۂ اخلاص (کی برکت) کو شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے کہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ (کسی سے) جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں اور اپنے پیچھے رکھتا ہوں اسی کی برکت کو اور اپنے دائیں جانب رکھتا ہوں اسی کی برکت کو اور اپنے بائیں جانب رکھتا ہوں اسی کی برکت کو اور اپنے اوپر رکھتا ہوں اسی کی برکت کو۔

أنساً، فاسأله أن يعلمك ذلك، قال أبان: فلما حضرته الوفاة دعأني، فقال لي: يا أبا حمزة! إن لك إلي انقطاعاً، وقد وجبت حرمتك، وأني معلمك الدعاء الذي علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلا تعلمه من لا يخاف الله عز وجل -أو نحو ذلك-، قال: يقول: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، بسم الله على نفسي وديني، بسم الله على كل شئ أعطأني ربي، بسم الله خير الأسماء، بسم الله الذي لا يضر مع اسمه داء، بسم الله افتتحت، وعلى الله توكلت، الله الله ربي، لا أشرك به أحداً، أسألك اللهم بخيرك من خيرك، الذي لا يعطيه أحد غيرك، عز جارك، وجل ثناؤك، ولا إله غيرك، اجعلني في عياذك من شر كل سلطان، ومن الشيطان الرجيم، اللهم أني أحترس بك من شر جميع كل ذي شر خلقته، وأحترز بك منهم، وأقدم بين يدي: بسم الله الرحمن الرحيم، قل هو الله أحد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد، ومن خلفي مثل ذلك، وعن يميني مثل ذلك، وعن يساري مثل ذلك، ومن فوقي مثل ذلك.

ایصال ثواب کی دعا

ترجمہ حدیث شریف: حضرت انس رضي الله عنه حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی نقل فرماتے ہیں کہ جس شخص کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مر جاوے اور وہ شخص ان کی نافرمانی کرنے والا ہو تو اگر وہ ان کے لیے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے اس کے علاوہ ان کے لیے اور دعائیں کرتا رہے تو وہ شخص فرماں برداروں میں شمار ہو جائے گا۔ فقط[۸۳]

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے تو اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔ (فضائل صدقات حصہ اوّل، صفحہ نمبر ۷۲۱)

دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْعَظْمَةُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔[۸۴]

---

[۸۳] أخرجه البيهقى فى شعب الإيمان برقم (٧٥٢٤) قال: أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمى، أنا محمد بن الحسن بن الحسين بن منصور، نا أحمد بن محمد بن خالد البراثى، وأخبرنا أبو محمد عبد الله بن على بن أحمد المعاذى، أنا عبيد الله بن العباس بن الوليد بن مسلم البزار، نا أبو الحسن أحمد بن الحسين بن إسحاق الصوفى، قالا: نا الربيع بن ثعلبة، نا يحيى بن عقبة بن أبى العيزار، عن محمد بن جحادة، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد ليموت والداه أو أحدهما وإنه لهما لعاق، فلا يزال يدعو لهما، ويستغفر لهما حتى يكتبه الله بارًّا، وفى رواية السلمى: برًّا، الأول مع إرساله أصح

[۸۴] أخرجه ابن شاهين فى الترغيب فى فضائل الأعمال برقم (٣٠٢) قال: حدثنا الحسين بن محمد بن عفير الأنصارى، ثنا الحجاج بن يوسف بن قتيبة، ثنا بشر بن الحسين، حدثنى الزبير بن عدى، عن أنس بن

حادثات سے بچنے کا عمل

حضرت طلقؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو الدرداء رضي الله عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کا مکان جل گیا، فرمایا: نہیں جلا، پھر دوسرے شخص نے یہی اطلاع دی، فرمایا: نہیں جلا، پھر ایک اور شخص نے آکر کہا کہ اے ابو الدرداءؓ! آگ کے شعلے بلند ہوئے، مگر جب آپ کے مکان تک آگ پہنچی تو بجھ گئی، فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا (کہ میرا مکان جل جائے) کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے شام تک اس کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی (میں نے صبح یہ کلمات پڑھے تھے اس لیے مجھے یقین تھا کہ میرا مکان نہیں جل سکتا) وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ-[85]

مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال: الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، مرة واحدة، ثم قال: اجعل ثوابها لوالدي، لم يبق لوالديه عليه حق إلا أداه إليهما-

ونقله عنه العيني في ''عمدة القاري'' (۵۹۸/۲) ط: دار الفكر-

[85] أخرجه أبو القاسم الأصبهاني في ''الترغيب والترهيب'' قال: أخبرنا أحمد بن عبد الغفار بن أشتة، أنا محمد بن علي الحافظ، أنا إسماعيل بن سعيد الجرجاني، ثنا عمران بن موسى الجرجاني، ثنا هدبة بن خالد، ثنا الأغلب بن تميم، ثنا الحجاج بن فرافصة، عن طلق قال: جاء رجل إلى أبي الدرداء رضي الله عنه، فقال: يا أبا الدرداء! احترق بيتك، فقال: ما احترق، ثم جاء آخر، فقال: يا أبا الدرداء! احترق بيتك، فقال: ما احترق، ثم جاء آخر، فقال: يا أبا الدرداء! لما انتهت النار إلى بيتك طفئت، قال: قد علمت أن الله عزوجل لم يكن ليفعل، فقال: يا أبا الدرداء! ما ندري أي كلامك أعجب؟ كلامك: ما احترق، أو قولك: إن الله لم يكن ليفعل، قال: ذلك بكلمات سمعتهن من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: من قالهن حين يصبح لم تضره مصيبة حتى يمسي، ومن قالهن حين يمسي

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ رب ہیں عرشِ عظیم کے جو اللہ پاک نے چاہا وہ ہوا، اور جو نہ چاہا نہ ہوا، گناہوں سے پھرنے اور عبادت کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بلند اور عظیم ہے۔ میں جانتا ہوں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، بے شک اللہ نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو اپنے علم کے ذریعہ۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور ہر جاندار کے شر سے آپ ہی اس کی پیشانی سے پکڑنے والے ہیں۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين۔

لم تضره مصيبة حتى يصبح: اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت رب العرش الكريم، عليك توكلت، وأنت رب العرش الكريم، ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن، لا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم، أعلم أن الله على كل شىء قدير وأن الله قد أحاط بكل شىء علماً، اللهم أنى أعوذبك من شر نفسى، ومن شر كل دابة أنت آخذ بناصيتها، إن ربى على صراط مستقيم۔

جامع مسجد الابرار نوکوٹ، تھرپارکر میں اجتماع (منعقدہ فروری ۲۰۱۱ء) کے موقع پر

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا بیان

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ...الخ

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ابھی یہ میرے تعارف میں فخر الاسلام فلاں فلاں کہہ رہے تھے یہ کچھ بھی نہیں ہے بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ پدرم سلطان بود ایک کوّا کائیں کائیں کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا: ”پدرم سلطان بود“ کہ میرا باپ جو تھا وہ بادشاہ تھا، یہ جو کچھ فیض ہے اس مرد قلندر کا ہے جو کراچی میں آرام کر رہا ہے، معذور ہے، اپنی معذوری کی وجہ سے خود تو نہیں آسکے لیکن ہر قدم یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ اتنے معذور ہیں کہ دونوں ہاتھ بھی نہیں اٹھاسکتے، ایک ہی ہاتھ اٹھا کر جو اپنے رب سے مانگنا چاہتے ہیں، مانگ لیتے ہیں۔ اللہ جل شانہ ان کی دعا کو رد نہیں فرماتے، فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں کبھی یاد نہیں کہ میں نے حضور قلب کے ساتھ دعا مانگی ہو اور اللہ نے قبول نہ فرمائی ہو۔

ابھی جو میں نے شعر پڑھا

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ

یہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب الہ آبادی نوّر اللہ مرقدہٗ کا شعر ہے، جو باقاعدہ عالم بھی نہیں تھے۔ عالم بالکتاب نہیں تھے بلکہ عالم باللہ تھے، اللہ کو پہچانتے تھے ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام، مشائخ جن کا نام دنیا بھر میں گونج رہا ہے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کو میں نے دیکھا کہ ہر مہینہ دس دس دن آکر قیام کر رہے ہیں ان کے پاس، پھر ایشیاء کا سب سے بڑا محدث جس کے بارے میں علامہ یوسف بنوریؒ فرمایا

کرتے تھے کہ اس زمانہ میں اتنا بڑا محدث کوئی نہیں ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ جس نے مصنف عبدالرزاق پر حاشیہ لکھا ہے وہ تشریف لاتے تھے اور حضرت کے پاس آکر بیٹھتے تھے اور کئی کئی دن رہتے تھے، حضرت مولانا منظور نعمانی بھی ہندوستان کے وہ بڑے علماء میں سے ہیں۔ جن کو ہندوستان کے سب علماء اپنا بڑا مانتے ہیں۔ یہ حضرت کی خدمت میں وقت گذارتے تھے۔ ان سے دعائیں لیتے تھے۔

ایک مرتبہ ہمارے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت والد صاحب اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی نوراللہ مرقدہ یہ اکابر اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نوراللہ کی معیت میں عمرہ کا سفر تھا، مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت والد صاحب کی طرف دیکھ کر ایسے انگلی ہلائی کیونکہ جذب کی کیفیت رہتی تھی۔ کبھی عرش پر ہوتے تو کبھی فرش پر اور جب فرش پر آئے تو پوری انگلی ہلائی اور والد صاحب کی طرف دیکھ کر کہا:

رحمت کا ابر بن کر جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

یہ فیض وہی چل رہا ہے انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے کیونکہ والد صاحب نے سب سے پہلے اصلاحی تعلق انہی سے قائم کیا تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ سے، اس کے بعد شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ سے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ میں تو عالم بن گیا میں تو محدث بن گیا میں تو فقیہ بن گیا مجھے اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کتنے بڑے عالم بن جائیں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ کے پایہ کے عالم نہیں بن سکتے۔ آپ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پایہ کے عالم نہیں بن سکتے۔ آپ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پایہ کے عالم نہیں بن سکتے۔ ان تمام حضرات نے جوتیاں اٹھائیں جوتیاں سیدھی کیں اللہ کو حاصل کرنے کے لیے، کس کی؟ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی نوراللہ مرقدہ کی جو باقاعدہ عالم بھی نہیں تھے لیکن عالم گر تھے، عالم بنایا کرتے تھے، خود

لوگوں نے پوچھا قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے، آپ ان سے کیوں بیعت ہوئے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے پوچھا آپ ان سے کیوں بیعت ہوئے؟

فرمایا کہ ہم نے زندگی بھر بخاری، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ صحاح ستہ پڑھا رہے ہیں۔ مٹھائیوں کی فہرست پڑھی تھی ان کتابوں میں اور وہ کھانے کو ملی حضرت حاجی صاحب کی صحبت میں آکر۔

اور حضرت حاجی صاحب نے ان کے نفس کو پھر ایسا مٹایا باوجود یکہ سب شیخ الحدیث اور بانی دار العلوم دیوبند ہیں لیکن حاجی صاحب نے کیسی اصلاح فرمائی۔

ایک کتاب کتابت کرا کر تصحیح کے لیے بطور امتحان مولانا قاسم نانوتویؒ کو دی تو حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ پڑھتے گئے تو ایک جگہ ایک لفظ غلط لکھا ہوا تھا وہ کتابت تھی کاتب کی لیکن مولانا نے اس کی اصلاح نہیں فرمائی کیونکہ نسبت شیخ کی طرف جا رہی ہے۔ وہاں لکیر کھینچی اور حاشیہ میں بین القوسین لکھا کہ مجھ جیسے کم علم اور کم فہم کو یہ لفظ سمجھ نہیں آرہا ہے۔ جب حضرت نے یہ جگہ دیکھی تو وجد آگیا فرمایا: ماشاء اللہ امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا مزاج شاہانہ تھا، کبھی کبھی تو کئی کئی ہزار روپے کا اس زمانے میں ایک ایک جوڑا پہنتے تھے اور کبھی بالکل ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب رام پور پہنچے حضرت سے ملاقات کرنے کے لیے خدام گھبرا گئے۔ جلدی سے لیکر حضرت کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ حضرت حدیث پڑھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ فرما رہے تھے، کیونکہ حدیث میں ہے: قِيلُوا فإن الشياطين لا تقيلُ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: قیلولہ کیا کرو، اس لیے کہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔[۸۶] ان کو تو فرصت ہی نہیں ہے، اب ایک شور مچا کہ نواب صاحب آرہے ہیں، خدام بھی ساتھ ہیں۔ اس زمانے میں نوابوں کا جو طریقہ تھا

---

[۸۶] أخرجه الطبرأني في معجمه الأوسط برقم (۲۸) قال: حدثنا أحمد بن عبد الوهاب، قال: حدثنا على بن عياش الحمصي، قال: حدثنا معاوية بن يحيي الطرابلسي، عن كثير بن مروان، عن يزيد أبي خالد الدالأني، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قيلوا فإن الشيطان لا يقيل-

کہ جب وہ چلتے تھے تو دور تک شور مچ جاتا تھا، وہ پہنچے تو حضرت نے آنکھ کھول کر ایسے غور سے دیکھا کہ نواب صاحب آرہے ہیں کمرے میں داخل ہوگئے، نواب صاحب نے سلام کیا حضرت نے کروٹ بدلی اور پھر سوگئے، بس پھر نواب صاحب فوراً الٹے پاؤں واپس ہوگئے، کیونکہ اجازت مانگنی چاہیے داخل ہونے سے پہلے، اور دوسرا یہ کہ حضرت قیلولہ فرمارہے ہیں۔ صبح سے لیکر شام تک حدیث پڑھانا اور درمیان میں تھوڑا سا وقفہ لیکن کوئی دنیاوی وقفہ نہیں کیا کہ نواب صاحب آئے ہیں تو چلو یہ کچھ مدد کریں گے یا مال و دولت دیں گے۔ نہیں، کروٹ بدلی بے نیاز کیونکہ اللہ سے تعلق مضبوط ہے، خزانوں کے مالک سے تعلق موجود ہے، تو ان سے کیا لو لگانا۔

مولانا قاسم نانوتوی کے پاس ایک تاجر آیا اشرفیاں دینے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ ابھی وقت نہیں ہے، میں حدیث پڑھانے جارہا ہوں، چنانچہ آپ حدیث پڑھانے گئے تو اس نے دیکھا کہ یہ تو عجیب آدمی ہیں لے نہیں رہے ہیں، تو جوتیوں میں ڈال دیا، جوتیاں بھر دیں سونے کی اشرفیوں سے آپ تشریف لائے جوتیاں پہننے لگے تو دیکھا کہ کوئی وزن ہے، اور جو دیکھا تو اس میں سونے کی اشرفیاں ہیں، فرمایا کہ یہ دنیا بھی عجیب ہے، جو پیچھے لگی رہتی ہے، فوراً جوتیوں کو جھاڑا اور پہن کر چلے گئے، وہ دوڑ کر سیٹھ آیا اور اٹھا کر کہنے لگا کہ واقعی یہ ہیں اللہ والے۔

اللہ والے اسی دنیا میں رہتے ہیں، دنیا کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں، لیکن اس دنیا سے دل نہیں لگاتے آپ کہیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دنیا میں رہیں بھی اور اس سے دل نہ لگائیں؟ اس پر حضرت والد صاحب کا شعر یاد آیا فرماتے ہیں کہ اللہ والے ہی اللہ والوں کو پہچانتے ہیں کہ وہ کس طرح دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے بیگانہ رہتے ہیں حضرت والد صاحب نے فرمایا:

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

تو اللہ والے اسی دنیا میں رہتے ہیں، سب کچھ کرتے ہیں، مگر ہر وقت لو اللہ

سے لگائے رکھتے ہیں ہمارے اکابر سب نے اصلاحی تعلق اللہ والوں سے رکھا تاکہ ش کی محبت حاصل ہو جس مقصد کے لیے یہ اجتماع منعقد کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت نصیب فرمائے ہم اپنے گھر بار کو چھوڑ کر سفر کر کے اس جنگل میں آکر جمع ہوئے ہیں، کیونکہ جب انسان گھر سے دور ہوتا ہے۔ مسافر ہوتا ہے، تو شکی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے تو انشاء اللہ ابھی جب ہم دعاء کریں گے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرمائیں گے اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ اپنے کرم کے صدقے انشاء اللہ ہم سب کی دعائیں قبول فرمائیں گے۔

حضرت حاجی صاحبؒ جن کی جوتیاں اٹھانے والے بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ جن کی جوتیاں اٹھانے والے قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جن کی جوتیاں اٹھانے والے حکیم الامت مجدد زمانہ حضرت تھانویؒ لیکن کیفیت کیا تھی۔ خود حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا طواف کرنے کے بعد دو رکعت کی نیت باندھی اور سجدے میں سر رکھا اور ساری رات ہچکیاں مار کر روتے رہے اس درد کے ساتھ رو رہے تھے کہ ہم سننے والوں کا کلیجہ پھٹا جارہا تھا اور حاجی صاحب یہ شعر پڑھ رہے تھے: ترجمہ' اے اللہ کل قیامت کے دن میدان حشر میں امداد کو لوگوں کے سامنے رسوانہ فرمایئے گا۔ أولئك آبائی فجئنی بمثلهم۔

یہ ہمارے بڑے دادا تھے، کیا کیفیت تھی ان کی، آج ذرا کوئی ہمارے ہاتھ پاؤں چوم لے تو کیا سمجھتے ہیں کہ ہم پتا نہیں کہاں سے کہاں پہنچ گئے، کہتے ہیں کہ ہم جیسا کوئی دوسرا نہیں تبھی تو لوگ ہمیں چوم رہے ہیں، حکیم الامت کے ایک خادم تھے، عبدالوحید خان صاحب انہوں نے کہا کہ جس نے یہ کہا مجھ سا کوئی دوسرا نہیں تو اس نے سمجھا کہ مجھ جیسا کوئی دوسرا جانور نہیں ہے، جو شخص مستقل بالذات اپنے آپ کو سمجھتا ہے تو اسی وقت وہ مستقل بلاذات ہو جاتا ہے، جب تک شوالوں کی جوتیاں سیدھی نہیں کروگے تو تمھیں دنیاداروں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑیں گی، اپنے اداروں کو چلانے کے لیے ان کے دروازوں پر ایڑیاں رگڑنی پڑیں گی۔ لیکن کسی شوالے کا دامن تھام لو،

ان کی جوتیاں سیدھی کر لو، انشاء اللہ تعالیٰ لوگوں سے مستغنی فرمادیں گے۔ اپنا محتاج رکھیں گے، کسی قوم کا محتاج نہیں رکھیں گے، جتنے علماء کرام نے شوالوں کی جوتیاں سیدھی کیں کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ چندے کے لیے کسی کے گھر پر گئے ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ آج شیطان ان کو بہکا دیتا ہے کہ کیا ضرورت ہے ہم تو عالم ہیں، حدیث پڑھ لی قرآن پڑھ لیا سب کچھ۔

ابھی مفتی صاحب نے فرمایا کہ کتابیں چار نازل ہوئیں، رجال اللہ ایک لاکھ سے زائد آئے کتاب اللہ کو سمجھانے کے لیے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ سمجھ میں جب آئے گی جب رجال اللہ سمجھانے والے ہوں گے، علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنے وقت کے کتنے بڑے عالم تھے، ایک مرتبہ لکھنؤ کے اندر ان کی مجلس میں بڑے بڑے بیرسٹر بڑے بڑے وکلا بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ اب امت میں انقلاب کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ ایک زمانہ تھا کہ ایک ایک عالم سے لاکھوں آدمی انسان بنتے تھے، اب کیا ہو گیا ہے کہ انقلاب نہیں پیدا ہوتا؟ جب کہ مدارس دینیہ سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ فارغ ہو رہے ہیں؟

عجیب بات ارشاد فرمائی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ کے علوم دو قسموں پر منقسم تھے، ایک علم نبوت اور ایک نور نبوت، طلبا مدارس میں علم نبوت حاصل کر لیتے ہیں، چونکہ علم سارا کا سارا کتابوں میں آگیا ہے۔ نور نبوت ایک ایسی چیز ہے جسے کاغذ برداشت نہیں کر سکتا کاغذ جل جائیگا لیکن وہ نور سینہ بہ سینہ صرف منتقل ہو رہا ہے، اسی لیے صحابہ کرام نے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ جناب نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کیا تھا، آپ بتائیں کہ عہد صحابہ میں بخاری تھی؟ ترمذی تھی؟ ابوداؤد تھی؟ نسائی تھی؟ ابن ماجہ، مسلم طحاوی تھی؟ کوئی صحاح ستہ کی کتاب تھی؟ کوئی نہیں تھی لیکن آپ علیہ السلام کی نظر ایمان کی حالت میں جس پر پڑی ایک سیکنڈ میں فرش سے عرش تک پہنچ گیا اللہ نے اپنی آغوش رحمت میں اٹھالیا۔ اپنی ولایت اپنی دوستی کا سب سے اعلیٰ تاج "رضی اللہ عنھم و رضوعنہ" اللہ

نے وہ تاج ان کے سر پر رکھ دیا، اب اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، صحابہ کا دیکھنا بھی ضروری نہیں ہے، حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ نابینا تھے لیکن صحابی تھے یا نہیں تھے ؟ کتنے صحابہ نابینا تھے ؟ لیکن صحابیت کا مقام ملا کیا یہ مقام آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد کسی کو مل سکتا ہے، رضي اللہ عنہم و رضو عنہ ؟ نہیں کسی کو نہیں مل سکتا۔

آفتاب نبوت کو جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آفتاب نبوت کی شعائیں جس پر پڑ گئی بس اس کی کیفیت اس کی حالت نہ کوئی بیان کر سکتا ہے نہ کوئی سمجھ سکتا ہے، یہ کلمہ ہم بھی پڑھتے ہیں، لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ۔ کلمہ صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن مخبر صادق ﷺ کی صحبت کی برکت سے جب صحابی لفظ لا نکالتا تھا تو کائنات کی مطلق نفی کر دیتا تھا، اللہ اور اللہ کے رسول کے علاوہ اس کائنات میں کچھ نہیں ہے، اسی کو ایک اللہ والے شاعر نے کہا

جو لا کہا وہ لا ہوا وہ لا بھی اس میں لا ہوا

جز لا ہوا کل لا ہوا پھر کیا ہوا اش ہوا

انہیں ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا تھا قیصر و کسریٰ کی حکومت اس زمانے کے بادشاہ کہ ہزاروں کی تعداد میں ان کے پاسبان ہر طرف ننگی تلوار لیے ہوئے قطاروں میں کھڑے ہیں، ایک صحابی پہنچتا ہے، پیغام لیکر جناب نبی کریم ﷺ کا اور جا کر اس کے تخت پر اس کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے، بادشاہ کانپنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ میرے ساتھ بیٹھ گیا ہے، انہوں نے کہا کہ اچھا تمہیں بہت تکلیف ہوئی ہے، نیچے اترے قالین کو کاٹا اور اس کو اڑا دیا اور زمین پر بیٹھ گئے کہ یہ اللہ کی زمین ہے اور اللہ کا آسمان ہے میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر مجھ سے بات کر، میں قاصد بن کر آیا ہوں، پیغام لیکر آیا ہوں، اب وہ ایسے کانپ رہا ہے، اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ یہ خشک کھال والا خشک جلد والا کیا ہو گیا ہے اس کو، یہ اتنی دلیری سے کیوں باتیں کر رہا ہے، اس کو ذرہ برابر خوف نہیں ہے، کہ ہزاروں کی تعداد میں یہ تلواریں ہیں،

دونوں جانب کھڑے ہیں، سپہ سالار نے کہا کہ حضور جو دل اس کے سینے میں ہے وہ دل ہمارے سینوں میں نہیں ہے، آپ نے ہمیں بادام پستے بہت کھلائے فربہ تو کر دیا لیکن محمد عربی کے صدقہ طفیل میں جو دل ان کو ملا ہے وہ قیامت تک کسی اور کو نہیں ملے گا۔

عربی زبان اتنی فصیح ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ فصیح زبان کوئی نہیں ہے، ایک ایک انگلی کے پرزے کا الگ الگ نام ہے، اردو میں تو ایک چھنگلیا کہہ دیا لیکن عربی میں الگ الگ نام ہے، شیر کے ۵۰۰ نام ہیں، اونٹ کے ۵۰۰ نام لیکن صحابہ کرام کے لیے ایک ہی نام ہے "صحابی رسول" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ۔

ایک صاحب کو بڑا اعتراض تھا کہ بزرگوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے اور حکیم الامّت کے پاس گئے، حضرت نے فرمایا کہ آپ کو اس پر بڑا اعتراض ہے کہ بزرگوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے، آپ صحابی بن جایئے کہنے لگے کہ صحابی تو میں بن نہیں سکتا، کیونکہ اس کے لیے تو نبی کریم ﷺ کی صحبت کی ضرورت ہے، فرمایا کہ پھر تابعی بن جایئے کہنے لگے کہ وہ بھی نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ صحابی کی صحبت کی ضرورت ہے، کہا چلیے پھر تبع تابعی بن جایئے، کہا کہ وہ بھی نہیں بن سکتا، اس لیے کہ تابعی کی صحبت کی ضرورت ہے، پھر خود ہی کہنے لگے کہ بس حضرت سمجھ آگیا کہ دین صحبت سے پھیلا ہے۔

تو ایک زمانہ تھا کہ شیخ الحدیث سے لے کر ایک چپراسی تک سب صاحب نسبت ہوتے تھے، وہ علم نبوت کے ساتھ نور نبوت بھی منتقل ہوتا تھا، لیکن آج اس کا فقدان ہوتا جارہا ہے، لوگ اس کو معمولی سمجھ رہے ہیں، زندگیاں گذر جاتی ہیں، لیکن اس طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہیں ہوتی جس کی وجہ سے طلباء کے اندر وہ کیفیت احسانی پیدا نہیں ہوتی دارالعلوم دیوبند کے اندر مبلغین کی جماعت شروع سے چلی آرہی ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اب تو رحمہ اللہ ہوگئے انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ حضرت مجھے تصوف سے بڑے اشکالات ہیں یہ کیا چیز ہے، تصوف کس بیماری کا نام ہے، مجھے سمجھایئے تو سہی میں تو رجسٹر لیکر آیا ہوں آج آپ سے کئی گھنٹے چاہیے آپ بولتے جائیں میں لکھتا جاؤں

گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے مولوی حبیب الرحمن کیوں پریشان ہو رہا ہے تو تو عالم ہے بخاری پڑھی ہے ؟ کہا جی حضرت پڑھی ہے ، پہلی حدیث کیا ہے ، إنما الأعمال بالنيات [۸۷] کہا، بس یہی تو تصوف کی ابتداء ہے کہ ہر کام سے پہلے نیت کو درست کر لے کہ میں جو کچھ کرنے جارہا ہوں اللہ کو راضی کرنے کے لیے جارہا ہوں اللہ کی رضا مقصود ہو یہ تو تصوف کی ابتدا ہے، کہنے لگے کہ حضرت میں تو سمجھا تھا کہ آپ دو ڈھائی گھنٹے اس میں لگائیں گے پھر کہنے لگے کہ انتہا بھی سن لے، جب اللہ والوں کی صحبت میں تو بیٹھے گا تو احسانی کیفیت ان کے قلب سے تیرے قلب میں منتقل ہو گی وہ احسانی کیفیت جب پیدا ہو گی تو تیرے اندر أن تعبد الله كأنك تراه کی کیفیت پیدا ہو گی، تو عبادت اس طرح کرے گا کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے تصوف کی انتہاء، بس وہ حیران رہ گئے کہ حضرت آپ نے تو دو منٹ میں سمجھا دیا فرمایا کہ چیز ہی ایسی ہے ، لوگوں نے اس کو ہوا بنایا ہوا ہے۔

یہ مسجد اس کی بنیادیں یہ پلر یہ ستون یہ شریعت ہے ، اگر یہ پلر ہٹا دیئے جائیں تو یہ عمارت یہ مسجد دھڑام سے نیچے گر جائے گی لیکن یہ جو سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ یہ ہے تصوف ، اس کی وجہ سے خوبصورتی پیدا ہو گی ، زینت پیدا ہو گی ، جس باغ کا کوئی باغباں نہیں ہو تا وہاں جانے والا دیکھ لیتا ہے کہ اس میں جھاڑیاں کانٹے دار کہیں کچھ ہے درمیان میں پھول بھی ہیں لیکن وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس کا باغباں کوئی نہیں ہے ، اور جو باغ بالکل سجا ہوا خوبصورت کٹا ہوا رنگ برنگے کھلے ہوئے پھول ہیں، دیکھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ اس کا کوئی باغباں ہے ، جس نے اس کو سر سے پاؤں تک سنت کے مطابق مجلی اور مصفّٰی کیا ہوا ہے۔

تو آج بھی جن لوگوں کا تعلق کسی اللہ والے سے ہے ، آپ دیکھ لیں کہ کہیں بھی وہ کسی مسجد میں الگ نماز پڑھ رہا ہو گا، جس کیفیت کیساتھ یہ نماز پڑھ رہا ہے، اس کا تعلق ضرور کسی اللہ والے سے ہے ، ورنہ آئے فوراً اللہ اکبر سجدہ میں سر رکھا جلدی جلدی بس نماز ختم ، یہ احسانی کیفیت چونکہ اللہ والے کیا کرتے ہیں ، اللہ سے تعارف

---

[۸۷] تقدم تخریجه في ص۲۰۵

پیدا کرتے ہیں، إراءۃ الطریق کا کام تو کرتے ہی ہیں، اللہ کا راستہ دکھاتے ہیں اور کبھی إیصال إلی المحبوب بھی کرتے ہیں۔

ان کے قلب پر کبھی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جب اس کا عکس آپ پر طاری ہوتا ہے تو لگتا ہے کہ پوری کائنات کی بادشاہت سب ہیچ ہے، حضرت والد صاحب کا جوانی میں بیان عشق و مستی کا تھا، اس کی کیسٹ سنیں تو ایسا لگتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے سلاطین بادشاہوں کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں کیا وجہ تھی؟ اللہ کی محبت، اللہ کا خوف جو دل میں ہے اس کے سامنے یہ دنیاوی چیزیں سب ہیچ ہیں۔

تو یہ جو ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ متقی بنادے اور اللہ کی محبت اور اللہ والوں کی محبت ہمارے قلوب میں اللہ تعالیٰ پیدا فرمادے۔

چونکہ یہ تھر کا علاقہ ہے ویران علاقہ ہے، غربت زدہ علاقہ ہے یہ لوگ کراچی نہیں پہنچ سکتے تو ہم لوگ محنت کر کے یہاں آجاتے ہیں، ان کا فیض ہمیں مل جاتا ہے اور ہم سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور یہاں جو مشائخ ہیں ان کا فیض ان کو مل جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ یہی قبول فرمالے تو ہماری نجات کے لیے یہ ہی کافی ہے۔

کل جمعہ میں بھی میں نے ٹنڈو جان محمد میں بیان کیا تھا کہ آج دنیا میں لڑائی جھگڑے، صوبائیت، قومیت، عصبیت کتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ہر شخص کہتا ہے کہ میرا بندہ ہے، یہ میرا وطن ہے، یہ میرا اردو بولنے والا ہے، یہ میرا پشتو بولنے والا ہے، یہ میرا سندھی بولنے والا ہے۔

یاد رکھو! کہ ہم سب جنت سے آئے ہیں اور جنت ہی میں جارہے ہیں کیا دلیل ہے؟ آپ بتایئے کہ جنت کی زبان کیا ہے؟ عربی! محبوب دوعالم ﷺ کی زبان کیا ہے؟ عربی! اللہ کا کلام کس زبان میں ہے؟ عربی! قبر میں سوال وجواب کس زبان میں ہو گا؟ عربی تو معلوم ہوا کہ ہم سب کی اصلی زبان ہی عربی ہے، یہ تو اللہ نے مختلف علاقوں میں

پیدا کیا (لتعارفوا) تاکہ پہچان ہو جائے جیسے سندھ میں جب آتے ہیں تو پوچھتے ہیں (تنجھو نالو چھا آ گی) تمہارا نام کیا ہے، تمہاری ذات کیا ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ یہ سومرو ہے ،یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے لیکن ان چیزوں کو ہم لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بنالیں تو یہ غلط ہے ،بس اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں اس جمع ہونے کو قبول فرمالے اور اسی عمل کے ذریعے ہماری نجات فرمالے (آمین)

فرشتوں میں اللہ تعالیٰ ذکر فرمارہے ہوں گے کہ آج میرے بندوں نے صرف اور صرف خالص میری رضاء کے لیے جنہوں نے آپس میں معانقہ کیا ہے کاش کریم لوگ زندگی میں کبھی ایسے طریقے سے کیا کریں کہ آپس میں معانقہ کریں کہ مسلمان بھائی نے سلام کیا تو کہا کہ بھائی ادھر آؤ تم بھی میرے رشتے دار ہو آدم علیہ السلام کی اولاد ہو (یا بنی آدم) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا ہم سب آدم زادے ہیں، پیغمبر زادے ہیں، ہم وہ ڈارون کی تھیوری "بندر کی اولاد تھے کہ بندر گھسٹ کر چل رہا تھا کہ دم جھڑ گئی " یہ تو ڈارون کی تھیوری ہے، یہاں تھیوری نہیں ہے، کسی نے حکیم الامت سے کہا کہ حضرت اس کا جواب دیجئے! فرمایا کہ جواب دینے کی کیا ضرورت ہے ،ہر شخص کو اپنا شجرہ نسب بیان کرنے کی اجازت ہے، ہمارا شجرہ حضرت آدم علیہ السلام سے ملتا ہے ان کا شجرہ نسب بندر سے ملتا ہے تو ہمیں تسلیم کرلینا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کا مل بیٹھنا قبول فرمائے تقویٰ والی حیات نصیب فرمائے اور ہم سب کو ولایت کے خط انتہاء تک پہنچادے (آمین)

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين-

زیر نظر کتاب ''شفاء القلوب''، حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے مواعظ پر مشتمل مجموعہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ان کے والد ماجد شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل اور آہ وفغاں سے وافر مقدار میں حصہ عنایت فرمایا ہے۔ بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت کی آگ لگانے کا جو سفر حضرت اقدس کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر کی نہج پر شروع فرمایا تھا اس کو حضرت من وعن اسی طرز پر جاری رکھے ہوئے ہیں اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سارے عالم میں اللہ کی محبت اور اتباع سنت پر عمل کا پیغام نشر کرنے کے لیے گھر سے بے گھر بے چین و بے قرار انداز میں پھر رہے ہیں۔

اس مجموعے میں حضرت اقدس کی زبان مبارک سے الفاظ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی جو آگ نشر ہو رہی ہے وہ دلوں کو منور کر رہی ہے، ہزاروں مردہ دل اس صدائے حق پر لبیک کہتے ہوئے حیات نو پا رہے ہیں اور گناہوں سے تائب ہو کر نور سنت کا اتباع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی عمر مبارک کو طویل فرمائے اور آپ کے علمی اور روحانی فیوض وبرکات سے امت کو تا دیر استفادے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰، فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶